مکاتب کا قیام

اہمیت وافادیت

مرتب

مفتی احمد اللہ نثار صاحب قاسمی نقشبندی مجددی

ناظم دارالعلوم رشیدیہ حیدرآباد

دارالعلوم رشیدیہ

مہدی پٹنم، حیدرآباد

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

مکاتب کا قیام اہمیت وافادیت

ترتیب
مفتی احمد اللہ نثار قاسمی
ناظم دارالعلوم رشیدیہ وصدر دارالافتاء والارشاد حیدرآباد

ناشر
دارالعلوم رشیدیہ
زیر انتظام: رشیدیہ ایجوکیشنل چیاریٹیبل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

فہرس

❁	کلمات بابرکت (حضرت مولانا مفتی راشد صاحب اعظمی دامت برکاتہم)	۱۲
❁	مقدمہ (حضرت مولانا مفتی تجمل حسین صاحب قاسمی دامت برکاتہم)	۱۴
❁	غبارِ خاطر (مفتی احمداللہ نثار صاحب قاسمی)	۲۰
	علمِ دین کی اہمیت اور جہالت کی مذمت	
❁	تعلیم منصبِ الٰہی ہے	۲۸
❁	علم اس امت کے لئے پہلا حکم ہے	۲۸
❁	سب سے پہلا حکم علم کا کیوں ہے؟	۲۹
❁	تعلیم قوم کی شہ رگ ہوتی ہے	۳۰
❁	تین کام امت میں ضروری ہیں	۳۱
❁	علم ایک اعزاز ہے	۳۱
❁	علم سامانِ زندگی سے زیادہ ضروری ہے	۳۱
❁	علم بے نیازی سکھاتا ہے	۳۲
❁	انبیاء کرامؑ کو اپنی اولاد کی دینی تربیت کی فکر	۳۲
❁	دینی تعلیم کے قدرشناس بادشاہ اور ملک کی موجودہ حالت	۳۴
❁	امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلیم ومعلم کی قدر کرنا	۳۶

❁	مذہبی تعلیم کی دنیوی لحاظ سے ضرورت	۳۶
❁	علم کی دو قسمیں ہیں	۳۷

بچپن میں دینی تعلیم کی اہمیت

❁	اولاد کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کیا فکر کی؟	۴۰
❁	بچوں کی تعلیم پر بدری قیدیوں کی رہائی	۴۱
❁	بدر کے واقعہ سے ملا پہلا سبق	۴۲
❁	بدر کے قیدیوں سے ملا دوسرا سبق	۴۳
❁	ایک بڑی غلط فہمی کا ازالہ	۴۴
❁	پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر تعلیم دینا	۴۵
❁	بچپن میں دینی تعلیم کا انتظام وقت کا اہم فریضہ اور جہاد ہے	۴۵
❁	بچوں کے لیے دینی تعلیم کا انتظام نہ کرنا اپنی نسل کشی ہے	۴۶
❁	دینی تعلیم بچوں کے لئے ضروریاتِ زندگی سے زیادہ ضروری	۴۶
❁	بالغین اور بچوں کی دینی تعلیم مسلمانوں کے تمام قومی مسائل پر مقدم ہے	۴۶
❁	بچپن کی تعلیم پچپن تک رہتی ہے	۴۷
❁	سات سال کی عمر سے پہلے بچے کو تعلیم دینا ضروری ہے	۴۸
❁	حضرات حسنینؓ کی بچپن کی تعلیم	۴۸
❁	حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا بچپن میں اذکار نماز یاد کر لینا	۴۹
❁	حضرت عمرو بن سلمہؓ آٹھ سال کی عمر میں امامت	۴۹

❁	حضرت محمود بن لبیدؓ کی بچپن میں تعلیم	۵۰
❁	صحابہؓ کے بچوں میں قرآن سمجھنے کا شوق	۵۱
❁	حضرت ابن عباسؓ کا بچپن میں ہی مفصلات یاد کر لینا	۵۲
❁	بچوں کا قرآن سیکھنے میں تنافس	۵۲
❁	بچپن میں ہی عقائد کی تعلیم دینا ضروری ہے	۵۳
❁	بچپن میں پہلے قرآن کی تعلیم کا اہتمام کیا جائے	۵۳
❁	امام بخاریؒ کا دس سال کی عمر میں مکتب کی تعلیم سے محدث بننے کا شوق	۵۵
❁	بچوں میں عظمت رسول ﷺ پیدا کی جاتی	۵۶
❁	حضرت علی میاںؒ کا بچپن سے سیرت کا شوق	۵۷
❁	صحابہ کرامؓ کی محبت سکھائی جاتی	۵۷
❁	حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کا بچپن سے شوقِ علم	۵۸
❁	بچوں کو غزوات وسیر بتائے جاتے	۵۸
❁	تابعین کے بچوں میں اذکارِ یومیہ کا اہتمام	۵۹
❁	امام عبدالرحمن ابن جوزیؒ کا چھ سال کی عمر میں مکتب کی تعلیم	۵۹
❁	امام محمد کا سات دن میں حفظِ قرآنِ مجید	۶۱
❁	فاقے برداشت کر کے بھی بچوں کو دینی تعلیم دینا ایمانی تقاضہ ہے	۶۱
❁	حضرت امام محمد بن ادریس الشافعیؒ کا فاقہ میں مکتب کی تعلیم	۶۲
❁	ہمیں پیٹ کاٹ کاٹ کر بھی بچوں کو مکاتب کی تعلیم دینا ہوگا	۶۳

❁	علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن میں فاقہ کے ساتھ حصولِ علم	۶۴
❁	اپنی ضروریات زندگی کی طرح بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام خود ہی کرنا ہوگا	۶۴
❁	اس دور کا مشکل ترین کام کیا ہے؟	۶۵
❁	اولاد کے جسمانی نقصان کا احساس ہے روحانی نقصان کا احساس نہیں!	۶۶
❁	مشرک اولاد کا مرجانا بہتر ہے	۶۶
❁	بچوں کی تعلیم وتربیت والدین کی اولین ذمہ داری آثار کی روشنی میں	۶۷
❁	اولاد کو دینی تعلیم نہ دینے والا باپ گویا کہ مردہ ہے	۶۹
❁	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی	۷۰
❁	لکڑی خشک ہونے سے پہلے سیدھا کردو!	۷۱
❁	ایک بوڑھے کو تعلیم دینے میں سو بچوں کو تعلیم دی جاسکتی ہے	۷۲
❁	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۷۲
❁	اولاد کو دینی تعلیم نہ دینے کا نتیجہ	۷۳
❁	علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کا ارشاد	۷۵
❁	اولاد کو بے دین بنا کر مریں گے تو نیک اعمال بھی کام نہ آئیں گے	۷۷
❁	ایمان دار ماؤں کی گود سے بچے چھینے جارہے ہیں	۷۷
❁	دینی تعلیم وتربیت کے بغیر حالات درست نہیں ہوسکتے	۷۸
❁	بچپن میں تربیت کے بجائے جوانی میں تربیت کی مثال	۷۹
❁	سطحی معلومات کو دینی تعلیم سمجھنا ظلم ہے	۷۹

❁	دیہاتوں میں بے دینی کا حال اور حل	۸۰
❁	عیسائی مشنریز اسکولوں کی تعلیم ایک ایمان کش تیار ہے	۸۱
❁	شہر کے جوانوں کی راتیں	۸۲
❁	کیا یہ حالات بیدار کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں؟	۸۳
❁	اولاد کو تعلیم وتربیت کا ماحول دینا ضروری ہے	۸۳
❁	مکاتب ہماری زندگی کا حصہ ہیں	۸۴
❁	مکتبی تعلیم نہ ہونے کا نقصان	۸۴
❁	دینی ذہن سازی کے بغیر کوئی سرکاری اسکیم کامیاب نہیں کرسکتی	۸۴
❁	اگر اولاد کے لئے دینی تعلیم کا انتظام نہیں کیا گیا تو نسل کا حال کیا ہوگا؟	۸۵
❁	بچپن کی تعلیم سے محرومی کا نتیجہ	۸۶
❁	دینی تعلیم کے بغیر دنیاوی تعلیم گناہ اور اپنے مذہب سے بغاوت ہے	۸۷
❁	اسکولی طلبہ کی دینی بدتری	۸۸
❁	تین سال کے بچے کا حال	۸۸
❁	کون بنے گا کروڑ پتی کا ایک عبرت ناک واقعہ	۸۹
	بچپن کی تعلیم کے لئے مکتب بہترین ذریعہ ہے	
❁	مسجدِ نبوی ﷺ کے قیام کے فوراً بعد مکتب کا نظام	۹۲
❁	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مستقل مکاتب کی بنیاد رکھی	۹۲
❁	مکّہ مکرّمہ میں مکتبِ فاطمہ بنت خطاب	۹۳

❁	مدینہ منورہ میں مکتبِ مصعب بن عمیرؓ	۹۳
❁	مکتب کا قیام فرضِ عین ہے	۹۴
❁	مکتب کے بچوں کی وجہ سے عذاب ٹل جاتا ہے	۹۶
❁	مکاتب کے قیام کو ذریعۂ نجات سمجھو!	۹۷
❁	بچے کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھانے کی برکت سے باپ کی مغفرت	۹۷
❁	سعید ابن المسیبؒ کا مکتب کے بچوں سے محبت	۹۸
❁	سفیان بن عیینہؒ کا مکتب کے بچوں سے محبت	۹۸
❁	مکتب کے بچوں سے دعا کی درخواست کروانا	۹۹
❁	مکتب کے بچوں کی عظمت	۹۹
❁	مکاتب ہیرے جواہرات کے کان ہیں	۱۰۰
❁	مکاتب کی مثال	۱۰۰
	موجودہ دور میں مکاتب کا کردار	
❁	اسلام کی حفاظت کیلئے مکاتب ومدارس سے زیادہ مؤثر کوئی تدبیر نہیں	۱۰۲
❁	مکتب کی تعلیم چھوٹی تو حجازی سے فرنگی بن جاؤ گے!	۱۰۲
❁	اس وقت امت دوراہے پر کھڑی ہے	۱۰۵
❁	حضرت شیخ الہندؒ کی فکر	۱۰۶
❁	شیخ الہندؒ اور مکاتبِ دینیہ کا انقلابی تناظر	۱۰۶
❁	مردہ قوم کو حیاتِ تازہ جہاں سے ملتی ہے	۱۰۷

❁	مکتب ہماری ریڑھ کی ہڈی اور سانس ہے	۱۰۸
❁	مکتب فیضانِ نظر کا بدل ہے	۱۰۸
❁	مکاتب ومدارس الہامی محنت ہے	۱۰۹
❁	مکاتب ومدارس نہ ہوتے تو ہندوستان کبھی کا اسپین بن چکا ہوتا	۱۱۰
❁	جس ملک سے مدارس ومکاتب ختم، وہاں سے اسلام اور مسلمان ختم	۱۱۲
❁	مکاتب ومدراس نہ ہوتو انسانیت کی خودکشی ہے	۱۱۳
❁	اپنے ماحول پر محنت نہیں کروگے تو خود کی اولاد بھی محفوظ نہیں رہے گی	۱۱۳
❁	مکتب کی تعلیم اور سرپرستوں کی سوچ	۱۱۳
❁	مکاتب کا قیام ہر مسلمان کا فرضِ مذہبی ومنصبی ہے	۱۱۴
❁	جس مسجد میں مکتب نہ ہوتو وہ مسجد بانج ہے	۱۱۵
❁	مکاتب کے قیام کو ایمانی جدوجہد سمجھیں	۱۱۶
❁	مکتب کے قیام واستحکام کو دینی نصرت سمجھو	۱۱۶
❁	مکاتبکے قیام کو خالص دینی کام سمجھئے!	۱۱۷
❁	مکتب نہیں قائم کروگے تو اللہ کے پاس کیا جواب دوگے	۱۱۷
❁	مکاتب کا قیام ہی اس وقت کی اعلیٰ درجہ کی تبلیغ ہے	۱۱۸
❁	ایک عیسائی عورت کا اپنے بچے کو مکتب میں لانا	۱۱۸
❁	حضرت مفتی زین العابدین صاحبؒ کا چشم کشا ملفوظ	۱۱۹
❁	مکاتب کی محنت کفرستان میں ایمان کی بقاء کی محنت ہے	۱۱۹

❁	فاقہ گوارہے مگر کفر گوارا نہیں	۱۲۰
❁	جو مکتب ایک دفعہ قائم ہو جائے اس کے ٹوٹنے کو گناہ سمجھیں	۱۲۲
❁	مساجد کی آبادی مکاتب کے بغیر نہیں ہو سکتی	۱۲۲
❁	مکاتب مغربی تہذیب سے بچانے کا مؤثر راستہ	۱۲۲
❁	مکاتب نئی تعلیمی پالیسی سے بچنے کا واحد طریقہ	۱۲۳
❁	مکتب قائم نہیں کرو گے تو اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے!	۱۲۳
❁	اپنی نسل کو جہنم سے بچانے کے لیے اس ملک میں چار کام کرنا ضروری ہے	۱۲۴
❁	اسکولی بچوں کے لیے صبح وشام گھنٹہ آدھے گھنٹہ کے مکاتب ضروری ہیں	۱۲۵
❁	یا تو ارتداد پر راضی ہو جاؤ یا بچوں کی دینی تعلیم کا نظم کرو	۱۲۵
❁	مکتب کا صحیح تعلیم یافتہ مرتد نہیں ہو سکتا	۱۲۶
❁	موجودہ زمانے میں گمراہی کے دو راستے	۱۲۷
❁	مکاتب کا قیام میں حضرت جی الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی محنت	۱۲۸
❁	مسلمان کی دولت اسلام کے کام آئے ورنہ وہ قارون کا خزانہ ہے	۱۲۹
❁	اسکولوں میں دی جانے والی دینی تعلیم ناکافی ہے	۱۳۱
❁	لازمی تعلیم کا قانون اور نئی تعلیمی پالیسی	۱۳۲
❁	مدارس اسلامیہ خطرات کی زد میں	۱۳۲
❁	مکاتب کی ضرورت مدارس سے زیادہ ہے	۱۳۳
❁	اہلِ مدارس مکاتب کو اولین ترجیح دیں!	۱۳۴

❁	اہلِ مدارس اپنے سالانہ بجٹ کا دس فیصد مکاتب پر لگائیں	۱۳۵
❁	پہلے اپنی ذات کو متحرک کیجئے، وقت کم کام زیادہ ہے	۱۳۶
❁	حضرت مولانا عبدالقوی صاحب کی جوانی کی محنت	۱۳۷
❁	حضرت محی السنہؒ کی محنت	۱۳۷
❁	حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ خلیفہ حکیم الامتؒ کا واقعہ	۱۳۸
❁	مولانا یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ	۱۳۸
❁	اسلامک اسکول اور مکاتب کا تقابل	۱۳۹
❁	گجراتیوں کی خصوصیت قابل تعریف وقابل تقلید	۱۴۰
	مکتب کی تعلیم کی کرامت	
❁	حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مکتب کی تعلیم	۱۴۳
❁	شیخ عبدالحق محدث دِہلویؒ کی بچپن کی تعلیم	۱۴۴
❁	حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کی مکتب کی تعلیم	۱۴۵
❁	مفتی ہند حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی ابتدائی تعلیم	۱۴۵
❁	شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کی ابتدائی تعلیم	۱۴۶
❁	مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی بچپن کی تعلیم	۱۴۶
❁	علامہ اقبالؒ کی بچپن کی تعلیم کا اثر	۱۴۸
❁	حسن البنا شہیدؒ پر مکتب کا اثر	۱۴۸
❁	حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ	۱۴۹

معیاری مکاتب کے لئے چند ضروری آداب

❁	تعلیمی کورس میں تنوع کی ضرورت ہے	۱۵۱
❁	عالم ہونا ماہر معلم ہونے کے مستلزم نہیں	۱۵۲
❁	تربیت اور انسان سازی کا کام	۱۵۲
❁	مکاتب میں عقائد پر محنت ضروری ہے	۱۵۳
❁	مکتب کی مستقل عمارت ہو	۱۵۳
❁	اساتذہ معیاری ہوں	۱۵۴
❁	غیر معیاری اساتذہ کی وجہ	۱۵۵
❁	معیاری استاذ اور مؤثر مکتب کے امور	۱۵۶
❁	مکتب میں کورس کی مدت کیا ہو؟	۱۵۷
❁	۱۲ سال کے بعد دینی تعلیم سے کلی انقطاع	۱۵۷
❁	۱۳ سے ۲۰ سال کے لئے بھی تعلیم کا انتظام ضروری	۱۵۸
❁	مرتب کی کتابیں	۱۵۹

کلماتِ بابرکت

حضرت مولانا مفتی راشد صاحب اعظمی دامت برکاتہم

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

ہمارے دین میں تعلیم کی بہت اہمیت قرآن وحدیث میں بے شمار مواقع پر علم کی عظمت اور اس کی ضرورت اور فرضیت کو بیان کیا گیا، حضور ﷺ کے مبارک زمانے سے لے کر آج تک اور انشاء اللہ قیامت تک امت میں علم کا بڑا اہتمام رہا ہے۔ ہمارے موجودہ دور میں علمِ دین کے حصول کے لئے علم ومراکز دوطرح کے ہیں :

(۱) مکاتب (۲) مدارس دینیہ، ان میں مکاتب دینیہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے، مکاتب میں مسلمان رہنے کے لئے جتنی چیزوں کی ضرورت ہے سب پڑھائی جاتی ہے ''قرآن، نماز، عقیدہ وغیرہ کی بنیادی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس لیے جو بچے اور بچیاں مکاتب میں تعلیم حاصل کرتی ہیں، انہیں نماز، دعائیں اسلام کی عظمت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کا ایسا درس مل جاتا ہے جو بعد میں کبھی بھی نہیں بھولتا ہے، وہ بعد میں اگر مخالف ماحول میں بھی چلے جائیں تو مکتب کا فیضانِ نظر ان کی حفاظت کرتا ہے موجودہ دور کی ارتدادی لہروں سے محفوظ رہتا ہے، یہ سب اس لئے کہا جاتا ہے کہ مدرسوں میں اعلی تعلیم دی جاتی ہے وہ فرض کفایہ ہے اور مکاتب میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ فرض عین ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ مفتی احمد اللہ نثار قاسمی ناظم دارالعلوم رشیدیہ حیدرآباد نے ''مکاتب

کی اہمیت اور افادیت'' کے نام سے ایک جامع اور وقیع کتاب تصنیف فرمائی ،کتاب میں انہوں نے بڑی جامعیت کے ساتھ موضوع کا حق ادا کر دیا ہے، بڑے ہی مفید، مؤثر اور دلنشین مضامین سے کتاب مزین ہے اللہ شرف قبولیت سے نوازیں۔ (آمین)

(حضرت مولانا) راشد اعظمی (صاحب دامت برکاتہم العالیہ)

خادم دارالعلوم دیوبند

۹/صفر المظفر/ ۱۴۴۵ھ

مقدمہ

مفتی تجمل حسین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

استاذِ حدیث دارالعلوم حیدرآباد

دعوت تبلیغ کی ایک معروف ومقبول شخصیت حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے ''اس امت پر کبھی مدنی حالات آئیں گے تو کبھی مکی حالات'' آجکل عالم اسلام میں امتِ مسلمہ کے لئے مکی حالات کا سامنا ہے، جگہ جگہ اہل اسلام کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے، جگہ جگہ ماب لینچنگ کا ماحول ہے، کہیں تو مساجد کو آگ لگائی جارہی ہے، کہیں قدیم مساجد سے شیولنگ نما پتھر نکل آئے تو مندر کی ملکیت کا دعوی کرکے مساجد پر قبضہ کیا جارہا ہے اور اقلیتوں کے حقوق چھینے جارہے ہیں، کبھی تو قرآن جیسی باعظمت کتاب کو آگ میں جھونکا جارہا ہے۔ کبھی نکاح کے فطری نظام کے خلاف مرد کا نکاح مرد سے اور عورت کا نکاح عورت سے کئے جانے پر بل پاس کئے جارہے ہیں، باوجود یہ کہ یہ قوم لوط وہ حرامی قانون ہے جس پر عذاب الٰہی کے رونما واقعات تمام آسمانی کتابوں میں مذکور ہے، باغیانِ اسلام یوروپی ممالک اس حرامی قانون کے جہاں معلّم سمجھے جاتے ہیں صد افسوس وہیں بعض اسلامی ممالک بھی اپنے یوروپی ممالک کے وفادار شاگرد بن کر اس کو نہ صرف قبول کررہے ہیں بلکہ اس نفاذ کا اعلان بھی کررہے ہیں، خصوصاً ہمارے ملک میں جب سے یہ فاشسٹ حکومت آئی ہے، اسلام کے خلاف اس نے کئی ایک جنگی محاذ کھول دئے ہیں، جب بھی کوئی فکری ارتداد کا مسئلہ اٹھا جاتا ہے تو اہلِ علم وافتاء تحقیقی دندان شکن جوابات سے اس کو مٹانے کی کوشش کرتے کرتے دم لینے بھی نہ پاتے کہ دوسرا کوئی شکوک وشبہات پیدا کرنے والا مسئلہ برانگیختہ کیا جاتا ہے، حکومتی سطح پر اٹھائے جانے والے ہر مسئلہ کی

بازگشت عوام میں ایسی رچ بس جاتی ہے کی خود اہل اسلام کا ایک ان پڑھ طبقہ حکومتی زبان کی رٹ لگانے لگا ہے، وہ نوجوان طبقہ جس کو دین متین کی حروف تہجی سے بھی واقفیت نہیں ہے وہ بھی فاشسٹ حکومت کی تائید کرنے لگا ہے، بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اجتماعی فکری ارتداد کا دور دورہ ہے، تو پھر آنے والی جدید نسلوں کا اللہ ہی محافظ ہے۔

قرآنی تاریخ سے ہمیں یہ لمحۂ فکریہ ملتا ہے کہ جب بھی ظالم حکمرانوں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی ہے، اور اقتدار میں استحکام دکھائی دینے لگا تو ہمیشہ پیغمبر اور ان کے متبعین کو دو طرح کی دھمکیاں دی جانے لگی، چنانچہ باری تعالی کا ارشاد ہے:

قال الذین کفرو الرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا'(۱)

یہ سرزمین ہماری ہے، اسمیں تمہیں اپنی مذہبی تشخصات و امتیازات کے ساتھ جینے کا کوئی حق نہیں ہے، ہم کسی بھی صورت میں تمہیں جلاوطنی پر مجبور کریں گے۔

اگر تم کو ہماری سرزمین پر رہنا ہے تو ہماری مشرکانہ رسموں کو اپنانا ہوگا! پھر تمہارے بچوں کی زبانوں پر توحید کے نغموں کے بجائے ''وندے ماترم'' ''سوریا نمسکار'' سرسوتی وندنا کے نغمے ہونگے، چنانچہ آج ملک میں بیسیوں جگہوں پر لتعودن فی ملتنا کی عملی مشق شروع ہو چکی ہے، ان گنت مسلم گھرانے ہندوازم قبول کر چکے ہیں، ان گنت ملتِ اسلامیہ کی وہ دوشیزائیں جن کے ماں باپ نے کسی زمانہ میں حسین جذبات کے ساتھ عائشہ، زینب، سلمی، فاطمہ، حبیبہ، جیسے داعیانہ صفات والے نام رکھے تھے آج وہ غیروں کے مدعو ہو کر ان کے باہوں میں ازدواجی زندگی گذار رہے ہیں اس وقت جدید نسلوں کے ایمان کے بقاء کی فکر ضروری ہے تاکہ کروڑوں خاندان گھر واپسی کی مشرکانہ لہر سے بچ سکیں، اس لئے کہ آج گھرانوں میں نہ مسلم تہذیب کی بقاء نظر آتی ہے، نہ ہی مساجد کے رسمی اعمال میں ایمان کی گونج سنائی دیتی ہے، البتہ ہندو تنظیموں نے اسکولی نصاب میں مسلم نسلوں میں شرک وکفر بس

---

(۱) ابراہیم: ۱۳

جانے کا ایسا مؤثر نظم ونسق کرلیا ہے، کہ مستقبل قریب میں داڑھی ٹوپی والے بمشکل دکھائی دیں گے۔ موجودہ ملکی حالات ''اسلام ومسلم'' نفرت انگیزی میں بھی آخری حدود پار کرچکے نظر آتے ہیں، اگر اس وقت بھی آنے والی جدید نسلوں کے ایمان کے تحفظ کا ٹھوس بندوبست نہ کیا جائے تو ہوسکتا ہے کہ آنے والی نسلیں مجرمانہ خاموشی کو کبھی معاف نہیں کرے گی، اس لئے اس وقت نسلوں کے ایمان کے تحفظ کی ضمانت صرف اور صرف مکاتیب کے قیام میں نظر آتی ہے، مکاتیب رسمی نہ ہوں بلکہ منظم ومؤثر ہوں۔

آج الحمدللہ بعض علاقوں میں ہمارے علماء بڑی محنتوں کے ساتھ شہر شہر، دیہات دیہات مکاتیب قائم کررہے ہیں، فی الوقت مجموعی فیصدی اعتبار سے یہ تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے، مزید مکاتیب کی تعداد بڑھانے کی ضرورت ہے، بعض جگہ مکاتیب قائم تو ہیں لیکن تعلیمی نظام سب مفلوج نظر آتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ صرف خانہ پری کی جارہی ہے، منظم ومؤثر مکاتیب نہ ہونے کی وجہ سے امت مسلمہ کا عصری علوم سے متاثر ذہین وفہیم طبقہ مکاتب کی طرف دیکھنے کو بھی تیار نہیں ہے۔

آج مکاتب دینیہ میں ذہین وفہیم طلباء اسی لئے نظر نہیں آتے کہ امت نے ایسے ذہین وفہیم اولاد کو خالصۃ ڈاکٹریٹ، انجینئرنگ اور کمپیوٹر ماسٹری کے لئے منتخب کرلیا ہے، اور وہ اولاد جو کندۂ ناتراش، کم فہم ہے، مدارسِ دینیہ ومکاتبِ اسلامیہ بھیجی جاتی ہے، جیسا مال کھرا ہوتا ہے ویسا ہی کھرا نفع امت کو فراہم ہوتا ہے۔

اس لئے امت مسلمہ کی اس طرف توجہ مبذول کیا جائے کہ دین اسلام سب کی نہ صرف بنیادی ضرورت ہے، بلکہ اس کی تبلیغ وبقاء کی ٹھوس تدبیر بھی ہر فردِ بشر پر ضروری ہے، ایسی منظم تدبیر وتعمیرِ امت کے ذہین انسان عمدہ طریق سے انجام دیں گے۔ تاریخِ امم بھی بتلاتی ہے کہ ذہین بچوں کی صلاحیت وقابلیت سے مستقبل میں دین اسلام کو بھی خوب ترقی ملے گی، اور ایسے ماں باپ دنیا کے مقابل آخرت میں ان گنت اجر وثواب کے مستحق ہونگے۔

اس وقت آزادانہ اسکولی نظام میں کم سن بچے سیکس، گانجہ، سگریٹ، حقہ و دیگر منشیات کے عادی بن رہے ہیں، ایسے کم سن بچوں میں دین واسلام کے تحفظ کیلئے بچپن ہی سے تعلیم و تربیت کی سخت ضرورت ہے، امت کا ایک بڑا طبقہ عصری اسکولی تعلیم پر ہی اکتفاء کر بیٹھتا ہے تو پھر یہ نونہال نسل نہ صرف اسلام سے دور ہوگی بلکہ ان پر ہندتوا کا رنگ بھی غالب ہوگا، اس لئے عوام الناس کو چاہئے کہ ہم اپنی نئی نسل کے تحفظِ ایمان کیلئے مکاتب کی تعلیم سے انکا رشتہ مضبوطی کے ساتھ جوڑے رکھیں۔

اور خاص طور پر علماء کرام کی بھی ذمہ داری ہے کہ دین کے کسی بھی شعبہ سے وابستہ ہو، اپنی قیام گاہ کے آس پاس علاقوں میں چند مکاتب کے قیام کی ذمہ داری قبول فرمائیں کیونکہ جس نبی آخرالزماں ﷺ کے ہم وارث ہیں انہوں نے تو ساری انسانیت سے بحیثیتِ معلم اپنا تعارف کروایا ہے، چناچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: وانما بعثت معلما۔(۱) ہم آپ ﷺ کے وارث ہیں آپ نے وراثت میں ہمارے لئے علمِ دین کی میراث چھوڑی ہے، جو عالم دین تعلیم کی اشاعت میں جس قدر زیادہ سے زیادہ حصہ لے گا، وہ آپ ﷺ کی اتنی ہی میراث پائے گا اور قیامت کے دن نبی ﷺ سے اسکو اتنی ہی قربت نصیب ہوگی۔

مکاتب کیسے قائم کئے جائیں؟ اس سلسلے کی کئی کتابیں دستیاب ہے، جن میں خاص طور پر ایک کتاب حضرت مولانا مفتی احمد اللہ نثار قاسمی دامت برکاتہم العالیہ نے اکابرین کی قدیم و جدید کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے آسان اسلوب اور سلیس زبان میں ''منظم ومؤثر مکاتب کے اصول'' کے عنوان سے/ ۱۵۷ صفحات پر مشتمل ایک جامع کتاب تحریر فرمائی تھی، جو اپنے عنوان میں انتہائی جامع ہے، اور قاری کیلئے اہم ترین معلومات فراہم کرتی ہے۔ اصولی طور پر اس کتاب میں جو عناوین قابل مطالعہ ہیں وہ درج ذیل ہے:

۱۔ تدریب المعلمین وقت کی اہم ضرورت

---

(۱) سنن ابن ماجہ: ۲۲۹

۲۔مکتب کے اقسام۔اہمیت ومقاصد
۳۔مکتب کے اساتذۂ کرام کی اہمیت واجمالی ذمہ داریاں۔
۴۔مکتب کا قیام واستحکام کیسا ہو؟
۵۔مکتب کو منظم ومؤثر کیسے بنائیں؟
۶۔ٹیوشن پڑھانے کے آداب۔
۷۔تعلیمِ بالغان کا طریقہ کار۔
۸۔مکتب میں پڑھانے کیلئے والدین کی ذمہ داریاں
۹۔مکاتب کے معاونین کی ذمہ داریاں جیسے جلی عناوین کو بڑی عمدگی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے،گویا مکتب کے قیام کے اسباب سے لیکر اس کے عروج تک،کن باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے،مکاتب کے عدم استحکام اور اس کے زوال کے اسباب کیا کیا ہیں؟ناظمِ مکتب کی کیا ذمہ داریاں ہوتی ہیں،معلم مکاتیب کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔متعلم مکتب کن کن صفات کا حامل ہو،تعلیم کے حصول میں کن باتوں کی پابندضروری ہے؟ماں باپ کو مکتب پڑھانے میں کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے،جیسے اہم اہم مضامین استفادہ کے قابل ہیں۔

زیرِنظرکتاب''قیامِ مکاتب کی اہمیت وافادیت''کے نام سے نہایت اہم امور پر مشتمل ہے،جس میں موجودہ دور میں مکاتب کے قیام کو ہرلحاظ سے نہ صرف ضروری ہونا ثابت کیا گیا ،بلکہ آنے والے حالات میں نسل نو کو کفروارتداد سے بچانے کا واحدحل ہونا بھی واضح کیا ہے،موضوع کو مندرجہ ذیل عناوین کو اسطرح سمیٹا ہے کہ:

۱۔علمِ دین کی اہمیت
۲۔بچپن میں علم سکھانے کی اہمیت
۳۔صحابہ کرامؓ کا بچپن حصولِ علم کی طلب

۴۔اسلاف کا بچپن میں علم کی طلب
۵۔مسلمان بچوں کی بے دینی کا حال
۶۔قیامِ مکاتب کی کوششیں۔
۷۔بچوں کی تربیت کا واحد راستہ مکاتب کی تعلیم
۸۔اسلاف کی مکتبی محنت وغیرہ جیسے اہم اور جلی عناوین پر سیر حاصل مواد جمع کر دیا ہے، اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ مولانا کے خطابات کا فیض جس طرح عام وتام ہو رہا ہے ایسے ہی آپ کی کتابی خدمات کو بھی شرف قبولیت عطا فرمائے اور مزید قلمی وکتابی خدمات روز افزوں اضافہ فرمائے۔

آمین ثم آمین یارب العالمین

خاکسار محمد تجمل حسین قاسمی غفرلہ

خادم التدریس جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدرآباد

غبارِ خاطر

فی الوقت پورے مشرقی ومغربی ہندوستان کے ہر خطے میں مسلمان بچوں کی زبانوں پر اسلامی نغموں برسوں سے جاری یہ سلسلہ مدارس ومکاتب کا ہی فیضان ہے، جہاں مدارس کے علماء نے اپنی درس گاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کی، وہیں درسگاہوں میں رہ کر باشندگان ہند کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے ہر ممکن راہ فراہم کی ہے۔

مگر مغرب کے زیرِ اثر معاشرہ مدارس اور مکاتب سے کٹتا جارہا ہے، سماج کا اکثر طبقہ اسلام کے بنیادی احکام ومسائل سے بھی واقف نہیں ہے، لڑکیاں غیروں کے ساتھ رشتہ استوار کررہی ہیں تو لڑکے انٹرنیٹ پر مخرب اخلاق چیزیں دیکھ کر مسلم معاشرہ بدنام کرنے والے کام سرانجام دے رہے ہیں، بقول مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ ''ہم ایسے دوراہ پہ آگئے ہیں کہ ایک راستہ سیدھا ارتداد کی طرف جارہا ہے۔ میں اس سے کم درجہ کا لفظ استعمال کرنے پر تیار نہیں۔ اگر کوئی آسمان سے ویسا اشارہ نہ ہوا، قدرتِ خداوندی کی کوئی مداخلت نہ ہوئی تو اس کے صاف آثار ہیں۔ آثار ہی نہیں بلکہ آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے۔ تصور کی آنکھ سے جس میں تصور نہیں بلکہ تصویر بھی شامل ہے کہ آئندہ نسل شاید اسلام کے بنیادی عقائد سے بالکل نا آشنا ہو، صرف آشنا منفی طور پر ہی نہیں بلکہ اس کے بالمقابل اسلام کے برخلاف عقائد وتصورات کی حامل ہو، مشرکانہ عقائد کی قائل ہو۔ ایسے خطرناک دوراہ پر آگئے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اس کی توفیق نہ ہوئی کہ اس کے لیے اپنی ساری توانائی صرف کر ڈالیں تو شاید آنے والی نسل ۲۵ برس بعد، یہ تو زیادہ کہہ دیا، بلکہ ۱۵ برس کے بعد خطرہ ہے کہ وہ اللہ اور رسولؐ کے نام سے بالکل نا آشنا ہو۔ اس کی مثالیں سامنے آنے لگی ہیں کہ اسکولوں کے بچے بہت سے اللہ کا لفظ صحیح نہیں لکھ سکتے، پوچھتے ہیں کہ ہم اللہ کس طرح لکھیں؟ اور آج نوجوانوں کی ایک تعداد یہ سمجھتی ہے کہ اس دھرتی کو کرشن یا رام چلاتے ہیں۔ ہندو علم

الاصنام، ہندو دیومالا بچوں کے ذہنوں پر اثر کر رہی ہے۔ ابھی ٹی وی پر ''رامائن'' جو سیریل چل رہی ہے، کالج کی جو کتابیں پڑھائی جا رہی ہیں، اس سے جوانوں کے ذہن و دماغ متاثر ہو رہے ہیں''۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ''علماء کو ان کا علم، مشائخ کو ان کی دینی نسبت اور دعوتی کام کرنے والوں کو ان کی دعوتی وابستگی انھیں اپنے بچوں کی طرف سے بے پرواہ نہ کر دے اور یہ خیال نہ پیدا ہو جائے کہ ہماری یہ دینی وابستگی لازمی طور پر ہماری آنے والی نسلوں کو بھی دین سے مربوط رکھے گی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبروں کے اُسوہ کو یاد رکھیں کہ پورا خاندان نبوت کے نور سے منور ہے، اس کے باوجود انھیں اپنی وفات کے وقت یہی فکر دامن گیر ہے کہ ہماری اولاد دین پر قائم رہے گی یا نہیں؟ ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ کیا کبھی ہم نے اس پر غور کیا ہے؟ اور کیا ہم نے بھی کبھی اپنی اولاد سے استفسار کیا ہے :مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ؟''۔

ملک میں چھوٹی بڑی سینکڑوں تنظیموں، تحریکوں، بالخصوص جمعیتِ علمائے ہند، ہر مسلک کے علماء کرام اور دانشورانِ ملت کو یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ مسلم بچہ خواہ کہیں بھی زیرِ تعلیم ہو کسی طرح دینی شعور حاصل کر لے، اپنے اسکول، کالج اور اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے دین پر جمے رہے۔

امت کے نونہالوں کو الحاد و ارتداد سے بچانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے ''مکاتب کا قیام اور اسلامک اسکول کا قیام''۔ مکاتب اسلامی تعلیم و مسلم سماج کے لئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح جسم میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت ہوتی ہے، اچھے معاشرہ کی عمارت اس کے بغیر دشوار ہے۔ بقول حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ یہ مکاتب ''سانس کا حکم رکھتے ہیں۔ اگر سانس چل رہی ہے تو ہم زندہ ہیں ورنہ ختم'' نیز آپؒ فرماتے ہیں ''مسلم

پرسنل لاء کی لڑائی اس لیے لڑی گئی تھی کہ عائلی تعلقات، میراث، طلاق، نکاح سب اسلامی طریقہ پر ہوں جس کے لیے سب مطالعہ کرنے والے علماء اپنے کمروں سے نکل کر میدان میں آئیں، اپنے عائلی قانون کی بھی حفاظت کرنی ہے، اپنے ملی تشخص کی بھی حفاظت کرنی ہے، اس کا قریب ترین ذریعہ یہ دینی مدارس و مکاتب ہیں، دوسرا کام یہ کرنا ہے کہ یہ تلخی جو پانی، ہوا، سانسوں اور ماحول اور فضا میں آگئی ہے اسے دور کریں۔ اسلام کا تعارف کروائیں ورنہ کسی چیز کا موقع باقی نہ رہے گا۔ ''پیامِ انسانیت کی تحریک'' یہ ایک چہار دیواری ہے، یہ ایک حصار ہے، اس میں بیٹھ کر آپ قرآن شریف پڑھیے، مسجد بنائیے، نماز پڑھیے، خدانخواستہ یہ ٹوٹ گئی، خدا ہمیں اس دن کے لیے زندہ نہ رکھے جب یہ مسئلہ چہار دیواری کے اندر آجائے اور مدارس ومساجد سب خطرے میں پڑ جائیں''۔

مکتب اگرچہ گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹے کا ہوتا ہے مگر بچوں کی ذہنی اور اخلاقی نشوونما، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت راسخ کرنے، معاشرہ کے بگاڑ کو ختم کرنے، ایمان کا تحفظ، کرادار کی تعلیم کا بے مثال ذریعہ ہے، گاؤں گاؤں میں مکاتب کا نورانی ماحول قوم کے بچوں اور بچیوں کو دین وشریعت سے آراستہ کرنے کے ساتھ مسلم معاشرہ کو اس ارتداد والحاد اور دین بیزاری کی تیز وتند ہوا سے بچائے گا۔

دنیا کے ہر قسم کی مخلوقات چاہے چرند، پرند، درند اور نباتات ہی کیوں نہ ہوں ان کی بہترین نشونما کیلئے ماحولیات اور آب وہوا کا بہت ہی نمایاں کردار ہوتا ہے۔ یعنی جب دیگر مخلوقات کی بہترین نشونما کیلئے آب و ہوا اور ماحولیات کا درست اور سازگار ہونا ضروری ہے تو انسان کی تربیت ونشونما بغیر کسی دینی معاشرے اور ماحول کی تربیت اور اصلاح کے بہترین نسل کیسے تیار ہوسکتی ہے، بچہ مسلمان کا ہو اور وہ کسی یہودی عیسائی یا مشرک ٹیچر کی گود میں تعلیم کیلئے سونپ دیا جائے تو کیا وہ جوان ہو کر اپنے عقیدے پر قائم رہ پائے گا؟ یقیناً نہیں رہ پائے گا۔

غور کریں! ہمارے آباؤ اجداد خالص مسلمان تھے،کسی حد تک ہم میں اسلامی تعلیمات کی جھلک پائی جاتی ہے،لیکن موجودہ نسل جو صرف اپنے جسم سے مسلمان ہے اور روح خارجِ اسلام ہوتی جارہی ہے ان کی اولادوں کا مستقبل کیا ہوگا۔اگر بے دینی کا یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا تو ایک دن جسمانی شکل وصورت سے بھی محروم ہوکر صرف نام ہی کے رہ جائیں،اور شاید اب نام بھی اتنی اہمیت نہیں رکھتا ہے،کیونکہ آج کل لوگ گوگل سے نام تلاش کرکے رکھتے ہیں جو مسلمانوں جیسے تو لگتے ہیں لیکن ان کے نام سے کوئی اسلامی مفہوم واضح نہیں ہوتا۔

ذمہ دارانِ مساجد کی اہم ذمہ داری مسجد کی آبادکاری ہے،جس کا بہترین حل مکاتب کو منظم ومؤثر بنانا ہے،جس مسجد میں مکتب نہیں وہ مسجد بانج ہے،اگلی صف ختم ہونے سے پہلے اگلی نسل تیار کرنا ضروری ہے،مسجد کے رنگ روغن پر خرچ کرنے سے زیادہ مکتب پر خرچ کرنا دانشمندی کی بات ہے۔ظاہری شان وشوکت کی خاطر امت کے نونہالوں کو کفر والحاد کے حوالے کرنا قوم کی شہہ رگ کو دبا دینے کے مماثل ہے،در ودیوار کی درستگی نسل کی اصلاح و درستگی سے زیادہ اہم نہیں ہے،محلے میں گشت کرکے گھر گھر ملاقات کے ذریعہ مسجد کا چندہ جس طرح وصول کیا جاتا ہے اس سے کہیں زیادہ افراد واولاد کا چندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ مدرسہ ہے تیرا میکدہ نہیں ساقی　　یہاں کی خاک سے انساں بنائے جاتے ہیں

مکتب کے لئے مسجد بہتر ہے،عہد رسالت میں مسجد نبوی ﷺ کے چبوترہ کے علاوہ طلبہ کی تعلیم وتربیت کے لیے کوئی مخصوص شکل نہیں تھی،مختلف قبیلوں کے وفود کے ساتھ سے آنے والے بچوں کی خدمت،مسجدِ نبوی کا قیام،علم دین کا حصول اور ان کے کھانے پینے کا بندوبست مقامی صحابۂ کرام کیا کرتے تھے،جس میں انصار صحابہ کرامؓ نے بے مثال وبے لوث ایثار کا ثبوت دیا۔(۱)

---

(۱) حیاۃ الصحابہ جلد اوّل،باب النصرۃ

یہ ہرگز عذر نہیں ہے کہ ''اکثر گھرانوں کے بچے دن بھر اسکول میں، صبح نیند میں اور شام ٹیوشن میں ہوتے ہیں، مسجد جانے کا وقت ہی نہیں ملتا''۔ ذہن سازی واہمیت بتانے کی ضرورت ہے کہ صبح یا شام میں وقت کو فارغ کرکے بہرحال مسجد کو روانہ کریں، مشین بنانے کی تعلیم کے ساتھ انسان بنانے کی تعلیم زیادہ ضروری ہے، صحابۂ کرامؓ خود ہی اپنی اولاد کو ضروریاتِ دین سکھلا دیا کرتے تھے، ٹیوشن سے زیادہ مکتب کی فکر کی جائے، سماجی ومعاشرتی زندگی میں زمین وجائداد، مکان ودکان اور جاہ ومنصب کی جو اہمیت حاصل ہے اس سے کہیں زیادہ دینی تعلیم کی ہونی چاہئے، ورنہ اپنی نسل کو وراثت میں گھر ملے مگر گھر میں جینے والے انسان نما حیوان ہوں گے، اپنی اولاد کو قرآن سکھادیں! باقی قرآن مجید سب کچھ سکھادے گا۔ ''علّم ولدک القرآن سیعلّمه کل شئی ''فطری طور پر والدین خواہ کتنی ہی مشقتیں برداشت کریں مگر اپنی اولاد کو راحت میں دیکھنا چاہتے ہیں، اور اولاد کی حقیقی راحت خدا شناسی میں ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکیؒ فرماتے تھے کہ: ''جو بچہ مکتب سے گزر کر چلا جائے، وہ کبھی دین سے اپنا رشتہ نہیں توڑ سکتا''۔ جس بچے کو مکتب کی تعلیم نہ دی جائے گویا وہ ماں باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیم ہے۔

موجودہ دور کا سنگین فتنہ دین بیزاری ہے، دوسرے مذہب کے پیروکار مخالفت کریں تو اپنے دین سے ناواقفیت وجہ بن سکتی ہے، مگر ہمارے اپنے بھی بعض ایسے دین کے نام سے چین بہ جبیں ہو جاتے ہیں، جن کی صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ دین کو ان کی خواہش کے مطابق بنادیا جائے، خواہ وہ دین پر نہ چلیں، دینی احکام کو ان کی خواہش کے تابع کرنا ہی دین ہے۔

دینی ادارے خواہ کسی بھی شکل میں ہوں مسلم سماج کے لئے ایمانی سرمایہ ہیں، خدا نخواستہ مسلم سماج ان اداروں سے محروم ہو جائے تو ملک کے مسلمانوں کا حال اسپینی مسلمانوں

کا حال ہو جائے گا، اس لئے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ جس طرح ان کی حفاظت ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں اس سے کئی گنا حفاظت کریں۔

دیہاتوں میں بس رہے ان پڑھ مسلمانوں کے ''ایمان واسلام'' کی حفاظت کا مسئلہ جتنا اہم ہے، شاید اُس پر اُتنی توجہ نہیں ہو پا رہی ہے، جتنا غیر مسلم تنظیمیں منظّم ہیں، اُس کا عُشرِ عشیر بھی ہمارے یہاں نظر نہیں آتا ہے۔ دراصل مکاتب کے قیام کے لئے سب سے زیادہ قدم بہ قدم منظم منصوبہ کی کمی ہے، جس کی وجہ سے مکاتب کا قیام منظّم نہیں، اور جو ہے وہ بھی بہت سطحی، تعلیم کو دعوت کا وسیلہ بنانا چاہئے روایتی طرز سے ہٹ کر تعلیم کے میدان میں جو نئے طریقۂ تعلیم بچوں کی نفسیات کے لحاظ سے ایجاد ہو رہے ہیں، اُن سے استفادہ کرتے ہوئے اسلامیات، عربی زبان، کو آسان طریقہ سے بچوں کو تعلیم دی جاسکتی ہے۔

مکاتب کی اہمیت پر مختلف اہلِ قلم کی تحریرات امت میں عملی جذبہ پیدا کر رہی ہیں اور اصل کام تو وہ احباب کر رہیں جو گاؤں دیہات وغیرہ میں اپنی تمام خواہشات کو قربان کر کے ضروریات کی تکمیل کی بھی پوری قناعت کے ساتھ کرتے ہیں، سوؤں بلکہ ہزاروں کے ایمان کے محافظ ہیں، ہماری تحریرات سے زیادہ ان کی محنتیں اصل کارگر و قابل تحسین ہیں۔

رسالۂ ہذا کی ترتیب میں حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات ''مکاتب کی اہمیت'' ''دینیات سے طبع شدہ رسالہ'' ،مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی تحریرات کے علاوہ دیگر کتابوں کے سوا، مختلف اکابرین کے بیانات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، رسالہ کو ترتیب دینے میں عزیزم مفتی سید سلمان سلمہ استاذ دارالعلوم رشیدیہ کی بھی معاونت شامل رہی ہے، مکاتب کی اہمیت پر عزیزم مفتی عرفان صاحب کی کتاب بھی مطالعہ کے قابل ہے، آخیر میں حضرت مولانا مفتی راشد صاحب اعظمی اور مفتی متجمل حسین صاحب کا عاجز دل کی گہرائیوں سے شکرگذار ہے کہ گوناگوں مصروفیات کے باجود اپنے قیمتی کلمات سے نوازا، حضرت مفتی صاحب نے طویل مقدمہ تحریر فرما کر کتاب کی قدر و قیمت میں نہ صرف اضافہ بلکہ چار چاند لگا دئے۔

اللہ تعالی ان حضرات کے سایہ کو ہم پر تادیر قائم رکھے ،اور دعا ہے کہ تمام مساعدین ،قارئین اورامت مسلمہ کے مکاتب کے معلمین ومعاونین کی محنتوں کو شرفِ قبولیت بخشے ، اور ہر مسجد کو مکتب کی تعلیم سے آباد کردے ۔

احمداللہ نثار قاسمی
خادم دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد
31/01/2023 مطابق ۸ / رجب المرجب/ ۱۴۴۴ھ

علمِ دین کی اہمیت اور جہالت کی مذمت

تعلیم منصبِ الٰہی ہے

تعلیم (سکھانا) منصبِ الٰہی ہے، جو آغازِ انسانیت سے ہی شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم عطا کر کے فرشتوں پر افضلیت اور فوقیت واضح کرنے کے ساتھ ساتھ انسانیت اور علم کو لازم وملزوم قرار دیا۔ جب تک آسمانی وحی کا سلسلہ قائم رہا تعلیم کا سلسلہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان، پھر انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے عام سماج میں بھی قائم رہا۔

علم اس امت کے لئے پہلا حکم ہے

پیغمبرِ اسلامؐ پر پہلی وحی ہی "اقرأ" (پڑھئے) کا حکم لے کر اتری۔ چھ سو سال کے طویل وقفے کے بعد بھٹکتی انسانیت کے لیے خدا کے نئے پیغام کا آغاز کلمۂ "اقرأ" کے ساتھ ہوا، یہ پہلی وحی واضح اشارہ تھی کہ کائنات میں ہر سو ہر نوع پھیلی ہوئی ظلمتوں سے نجات کا ذریعہ نورِ علم ہی ہوسکتا ہے۔ اسی نورِ علم کے ذریعہ انسانیت کی تکمیل اور تشکیل ممکن ہوگی، چنانچہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بنیادی وترجیحی ذمہ داریوں میں ترویج علم اور تعلیم تھی۔(۱)

تفصیل اس کی یہ ہے کہ "رسول اللہ ﷺ جس وقت دنیا میں تشریف لائے، یہ دنیا ہر طرح کی برائیوں کی آماجگاہ بن چکی تھی، کوئی برائی نہ تھی جو عرب کے سماج میں نہ پائی جاتی ہو، لوگوں کی جان محفوظ تھی نہ مال اور نہ عزت وآبرو، بے حیائی کا یہ حال تھا کہ اور مواقع تو کجا، کعبہ کا طواف بھی بے لباس کرتے تھے، مرد بھی عورت بھی، ظلم وجور کی کوئی حد نہ تھی اور سماج کے تمام فیصلے "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کے اُصول پر ہوا کرتے تھے، مذہبی پہلو سے دیکھئے تو بدترین شرک تھا، جس میں عرب گرفتار تھے اور عرب سے لے کر چین تک پوری مشرقی دنیا

(۱) بینات، شعبان المعظم 1435ھ- جولائی 2014ء

علانیہ شرک میں مبتلا تھی، سلطنت ِروم کا مذہب گو عیسائیت تھا؛ لیکن یہاں بھی توحید کے پردہ میں شرک ہی کی حکمرانی تھی اور ایک خدا کے بجائے تین افراد پر مشتمل خدا کا کنبہ تشکیل پا چکا تھا اور ان سب کی پرستش کی جاتی تھی۔

ان حالات میں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے اور جب عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو نبوت کا تاج گہرہ بار سر مبارک پر رکھ دیا گیا، بہ ظاہر یہ خیال ہوتا ہے کہ ان حالات میں جو پہلی وحی نازل ہوتی، وہ اصلاحِ عقیدہ کے پہلو سے توحید کے اثبات اور شرک کے رد میں ہوتی، یا انسانی نقطۂ نظر سے ایسی آیت ہوتی جس میں ظلم و جور سے منع کیا گیا ہو اور انسانی اُخوت و ہمدردی اور محبت و مروت کی طرف دعوت دی گئی ہو، یا سماجی اصلاح سے متعلق کوئی آیت ہوتی، جس میں بے شرمی اور بے حیائی سے روکا گیا ہو۔

آپ ﷺ پر سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی، اس میں ان میں سے کسی بات کا تذکرہ نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

"اِقْرَا بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ، اِقْرَا وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ"۔(۱)

اپنے رب کے نام سے پڑھ جو سب کا خالق ہے، جس نے آدمی کو جمے ہوئے لہو سے بنایا، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم سے علم سکھایا، آدمی کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تعلیم اور پڑھنے کی طرف متوجہ فرمایا۔ اس پہلی وحی میں دو مرتبہ قرأت کا، دو مرتبہ تعلیم کا اور ایک بار قلم کا ذکر ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام تعلیمی مذہب ہے۔

سب سے پہلا حکم علم کا کیوں ہے؟

اس لئے کہ علم کی مثال روشنی کی سی ہے، اگر کسی تاریک کمرہ میں سانپ بھی ہو، بچھو بھی

(۱) سورۂ علق: ۱-۵

اور دوسرے تکلیف دہ کیڑے مکوڑے بھی، آپ ان سب کو مارنے اور بھگانے کے لئے الگ الگ محنت کریں، تو وقت بھی زیادہ لگے گا اور شاید کامیابی بھی نہ ہو؛ لیکن اگر آپ ایک چراغ جلا کر رکھ دیں، تو خود بخود یہ کیڑے مکوڑے اپنا بسیرا اُٹھالیں گے؛ کیوں کہ تاریکی ہی ان کی پناہ گاہ ہے، یہی کیفیت انسانی سماج میں علم کی ہے، عقیدہ وعمل اور معاشرت واخلاق کی تمام برائیاں جہالت کا نتیجہ ہیں، جہالت کی تاریکی ہی میں یہ تمام مفاسد پرورش پاتے ہیں تعلیم کی روشنی جتنی پھیلے گی، یہ بگاڑ بھی خود بہ خود دُور ہوتا جائے گا تعلیم کے بغیر سماج کی برائیوں کو دُور کرنے کی مثال جڑوں کے بجائے ٹہنیوں اور پتوں پر پانی دینے کی ہے کہ اس سے وقتی فائدہ تو ہوسکتا ہے؛ لیکن کسی دیر پا تبدیلی کی اُمید نہیں رکھی جاسکتی۔

تعلیم قوم کی شہ رگ ہوتی ہے

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں ''کسی بھی مذہب اور فکر وعقیدہ کے لئے تعلیم کی حیثیت شہ رگ کی ہے، اگر کسی قوم کو اس کے دین سے محروم کرنا ہو تو اس کے دینی تصورات سے اس قوم کا علمی رشتہ کاٹ دیجئے، یہ چیز خود بخود اس قوم کو اپنے مذہب سے بے گانہ بنادے گی، اس کے لئے پنجہ آزمائی کی ضرورت پڑے گی اور نہ معرکہ آرائی کی، یہ کسی قوم کو فکری اور مذہبی اعتبار سے قتل کرنے کا ایسا کامیاب اور بے ضرر نسخہ ہے کہ

بقول شاعر : دامن پہ کوئی چھینٹ، نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو!

قوم سے صحیح محبت یہی ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو تعلیم میں آگے بڑھائیں اور جس شرمناک تعلیمی پسماندگی سے ہم دو چار ہیں، پوری قوم کو اس سے باہر نکالنے کی کوشش کریں، مسلم جماعتیں ایک لائحۂ عمل مرتب کریں اور ایک محدود مدت کا پروگرام بنائیں کہ ہم اس مدت میں مکمل طور پر ناخواندگی کو مٹادیں گے اور ہمارے سماج کا کوئی لڑکا یا لڑکی ایسا نہ ہوگا جو تعلیم سے محروم ہو!۔

تین کام امت میں ضروری ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ : "تین چیزیں لوگوں کے لیے ضروری ہیں {۱} حاکم وامیر : ورنہ لوگ ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو جائیں گے۔ {۲} قرآن کی خرید وفروخت، ورنہ کتاب اللہ کا پڑھنا پڑھانا بند ہو جائے گا۔ {۳} اور تیسری بات یہ ہے کہ عوام النّاس کی اولاد کو تعلیم دینے کے لیے ایسا معلّم ضروری ہے جو اجرت لے، ورنہ لوگ جاہل رہ جائیں گے۔(۱)

علم ایک اعزاز ہے

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں کہ : ''علم سے بڑھ کر انسان کے لیے کوئی اعزاز نہیں اور جہل سے بڑھ کر انسان کے لیے کوئی وجہ رسوائی نہیں، زندہ، انسان کے لیے نافع اور فکر ونظر کے لیے خضر راہ، وہ علم ہے جس کا رشتہ خدا سے جڑا ہوا ہو، جو انسان کو جینے کا سلیقہ سکھاتا ہو اور قلب ونظر کو تسکین وطمانیت عطا کرتا ہو، جو دنیا میں حقیقی انسان کو جنم دیتا ہو، ایسے انسان کو نہیں جس کی منزل معدہ اور صرف معدہ ہے، جو فانی دنیا سے آگے نہ دیکھتا ہو نہ سوچتا ہو، یہ علم کتاب وسنت سے حاصل ہوتا ہے، یہ علم اپنے لیے وجہِ سکون، دوسروں کے لیے سامانِ ہدایت، آخرت میں باعثِ نجات اور قلب وروح کی بیماریوں کے لیے نسخۂ شفا ہے، مگر آج کتنے اہل نظر ہیں جن کی نظر حقیقت شناس نے اس حقیقت کو سمجھا ہے اور طلب علم کی راہ میں آبلہ پائی کی لذت اٹھائی ہے۔(۲)

علم سامانِ زندگی سے زیادہ ضروری ہے

حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''علم کی ضرورت کھانے پینے اور غذا سے کم

(۱) تربیت الاولاد فی الاسلام: ۱/ ۲۹
(۲) دینی وعصری تعلیم

نہیں ہے، کیونکہ غذا نہ ملنے سے آدمی کمزور ہوگا یا جان جائے گی لیکن علم نہ ہونے پر اندیشہ ہے کہ کہیں جنت سے محروم نہ ہوجائے، کہیں اللہ کے غضب کا مستحق نہ ہوجائے، ابدالآباد زندگی میں عذاب میں مبتلا ہوجائے، سب سے زیادہ جس چیز سے خوف کرنا ہے وہ جہالت ہے، اور اسکو دور کرنے کا علاج مدارس ومکاتب کا قیام ہے۔(۱)

علم بے نیازی سکھاتا ہے

عطاء بن ابی رباحؒ بڑے عالم تھے، حدیث کے بھی اور فقہ کے بھی۔ ۱۱۴ھ میں وفات ہوئی، یہ مکہ کی ایک خاتون کے غلام تھے، کانے بھی، ناک چپٹی، ہاتھ لنجے، پاؤں میں لنگ بھی تھا اور اخیر عمر میں مکمل ہی نابینا ہوگئے تھے، بال بہت گھنگھریالے تھے اور بہ قول ان کے تذکرہ نگاروں کے ناک چقندر کی سی تھی، بادشاہ وقت سلیمان بن عبد الملک ایک بار اپنے دو فرزندوں کے ساتھ ان کے پاس آیا، وہ نماز میں مشغول تھے، یہ منتظر رہے، شدہ شدہ عطاء کے لیے لوگوں کا ایک جم غفیر جمع ہوگیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک حلقہ سا بن چکا تھا، لوگ احکام حج سے متعلق سوالات کرتے اور وہ جواب دیتے جاتے، یہاں تک کہ عطاءؒ کی پشت بادشاہ اور شہزادوں کی طرف ہوگئی اور رُخ دوسرے حاضرین کی طرف، ظاہر ہے یہ بات کسی بھی طرح آدابِ شاہی سے میل نہ کھاتی تھی، سلیمان نے شہزادوں سے کہا کہ کھڑے ہوجاؤ، یہ کھڑے ہوگئے، پھر کہا کہ علم (دین) کے حاصل کرنے میں کوتاہی سے کام نہ لینا! خدا کی قسم! میں اس سیاہ غلام کے سامنے اپنی ذلت کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔(۲)

انبیاء کرامؑ کو اپنی اولاد کی دینی تربیت کی فکر

قرآن مجید میں جن اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر آیا ہے، ان میں ایک اہم ترین شخصیت

---

(۱) مدارس ومکاتب سب سے ضروری چیز: ۱۲

(۲) من اخلاق العلماء: ۱۳۱

حضرت یعقوب علیہ السلام کی ہے، جن کا مختلف عنوان کے تحت قرآن میں سولہ بار ذکر آیا ہے، ان کے والد حضرت اسحاق علیہ السلام تھے، جن کا ایک نام اسرائیل بھی ہے، بنی اسرائیل دراصل ان کی اولاد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مصر اور عراق کے خطہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی خدا کے اولوالعزم پیغمبروں میں ہیں، جن کو ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی رضا کے لئے قربان کیا تھا اور عید قرباں ان ہی کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کے دادا ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، جنھوں نے تعمیر کعبہ کی تجدید فرمائی، حج کے زیادہ تر افعال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں اور فرمانبرداریوں کی یاد کو تازہ کرنے کا باعث ہیں اور دنیا کے تین بڑے مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام آپ علیہ السلام کی عظمت پر متفق ہیں۔ قرآن نے خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توحید پر ایمان و ایقان کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں ابتلاؤں اور آزمائشوں میں پورا اُترنے کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے؛ چنانچہ آج جو مذاہب توحید کا اقرار کرتے ہیں، وہ سبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنا رشتہ جوڑتے ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، جن کے واقعہ پر قرآن مجید میں ایک مکمل سورت ''یوسف'' کے نام سے موجود ہے اور ان کی داستانِ زندگی کو اللہ تعالیٰ نے احسن القصص کے نام سے ذکر فرمایا ہے، گویا حضرت یعقوب علیہ السلام کا پورا خانوادہ نبیوں اور رسولوں کا، باپ، چچا، دادا، بیٹا، سب اللہ کے پیغمبر ہیں، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس خاندان میں کس قدر دین داری، تقویٰ اور خشیت الٰہی رہی ہوگی اور گھر کے پورے ماحول پر کیسی اعلیٰ دینی فضاء سایہ فگن ہوگی، ایسے دین دار گھرانہ کے افراد سے گناہ اور معصیت کا اندیشہ بھی لوگوں کو نہیں ہوتا، چہ جائے کہ کفر و شرک کا خوف ان سے ہو؛ لیکن جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اپنے صاحبزادوں سے سوال کیا: مَاتَعْبُدُوْنَ

مِنْ بَعْدِیْ؟ (۱) میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ صاحبزادوں نے جواب دیا :نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (۲) ہم آپ کے خدا، آپ کے باپ دادا ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے خدا یعنی ایک ہی خدا کی عبادت کریں گے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے ۔اسی طرح سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو جو خود نبی تھے وصیت فرمائی :اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔(۳) بے شک اللہ نے تمہارے لئے دین کو پسند فرمالیا ہے؛ اس لئے اسلام ہی کی حالت میں تمہیں موت آنی چاہئے ۔غور کیجئے! کہ انبیاء کرامؑ اپنے بچوں کے سلسلہ میں اس بات کے فکرمند ہیں کہ وہ دین پر قائم رہیں اور ان کو دین پر قائم رہنے کی حالت میں موت آئے، جب انبیاء کو اپنی اولاد کے بارے میں اتنی زیادہ فکرمندی تھی، تو اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عام مسلمانوں کو اس سلسلہ میں کتنا زیادہ فکرمند رہنے کی ضرورت ہے، آج ہماری نفسیات یہ ہے کہ ہم اپنی خاندانی روایات پر یقین کرکے اپنے بال بچوں کے بارے میں مطمئن ہوجاتے ہیں کہ ہمارے بچے اسی دین کے حامل رہیں گے، جو ہمیں ہمارے ماں باپ کی طرف سے ملا ہے۔(۴)

تعلیم وتربیت سے معمولی تغافل بھی ان کے ملی وجود اور بقا کے لئے زبردست خطرہ لائق ہوسکتا ہے۔

دینی تعلیم کے قدرشناس بادشاہ اور ملک کی موجودہ حالت

دنیا پرست خلفاء اور امراء بھی اس موقع سے خوب اہتمام کرتے تھے، خلیفہ مہدی کے بچہ

---

(۱) بقرہ: ۱۳۳

(۲) بقرہ: ۱۳۱

(۳) بقرہ: ۱۳۲

(۴) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

ابراہیم نے پانچ سال کی عمر میں "لا اقسم بھذا البلد" پڑھنا شروع کیا، تو اس کی طرف سے خلیفہ مہدی نے ایک لاکھ درھم صدقہ کیا اور پانچ سو غلام آزاد کئے۔(۱)

خلف بن ایوبؒ نے اپنے بیٹے کو پچاس ہزار درہم دے کر بلخ سے بغداد تحصیل علم کے لئے بھیجا تھا جب وہ اس ساری رقم کو خرچ کر کے واپس آئے تو والد محترم نے پوچھا کیا سیکھ کر آئے ہو؟ جواب میں بیٹے نے کہا : صرف ایک مسئلہ ہے، وہ یہ کہ "اگر حیض اکثر مدت یعنی دس دن پر منقطع ہو جائے تو حیض میں داخل ہے" اس جواب کو سن کر ان کے والد محترم نے انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "واللہ ماضیعت سفرک" اللہ کی قسم آپ نے اپنے سفر کو ضائع نہیں کیا۔(۲)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ اس ملک میں اسلام کی حفاظت وصیانت میں دینی مدارس کا اتنا نمایاں اور اہم کردار ہے کہ کسی حقیقت پسند کے لئے اس سے انکار ممکن نہیں ؛ اسی لئے اُمت میں ایک ایسے طبقہ کا وجود ضروری ہے، جو اسلام کا تحقیقی اور کتاب وسنت کا تفصیلی علم رکھتا ہو، اپنے عہد کے فکری اور فقہی مسائل کو حل کرنے کا اہل ہو، نیز اسلام کے خلاف اُٹھنے والے علمی وفکری فتنوں کا مقابلہ کر سکتا ہو اور ہر دور میں اس دور کی زبان اور طریقۂ استدلال کی رعایت کے ساتھ اسلام کی ترجمانی کی صلاحیت رکھتا ہو، ہونا تو یہ چاہئے کہ ہر خاندان میں ایسا ایک عالم موجود ہو ؛ لیکن جب مدینہ میں ۸۰ / اشخاص نے اسلام قبول کیا تو آپ ﷺ نے ان کی تربیت کے لئے حضرت معصب بن عمیرؓ کو بھیجا، اس سے معلوم ہوا کہ کم سے کم ہر اَسّی مسلمان پر ایک عالم ہونا چاہئے، اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ علماء کی تعداد ایک فیصد بھی نہیں، بیس کروڑ کی مسلمان آبادی میں اگر ایک فیصد بھی عالم ہو، تو ان کی تعداد بیس لاکھ ہونی چاہئے ؛ لیکن پورے ملک میں علماء

---

(۱) الذخائر والتحف: ۱۲۱

(۲) منحۃ الخالق علی بحر الرائق بحوالہ مسائل حیض ونفاس: ۴

کی تعداد شاید دو لاکھ بھی نہ ہو، گویا مسلم آبادی میں ان کا تناسب ایک فی ہزار بھی نہیں''!(۱)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلیم و معلم کی قدر کرنا

اسماعیل بن حمادؒ کہتے ہیں کہ: جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت حمادؒ استاذ کے پاس سورۂ فاتحہ پڑھنے کے لائق ہو گئے تو امام صاحب نے ان کے استاذ کو پانچ سو درہم (ایک روایت ایک ہزار درہم کی ہے) بطور ہدیہ ارسال فرمایا، استاذ تعجب سے کہا کہ ''میں نے کونسا کام ایسا کیا کہ مجھے اتنا زیادہ انعام دیا گیا ہے؟ امام صاحب کو معلوم ہوا تو ان استاذ کی خدمت میں تشریف لے گئے، معذرت کے انداز میں ارشاد فرمایا ''جناب! آپ نے میرے بچے کو جو سکھایا ہے اسے حقیر نہ سمجھئے، اللہ کی قسم اس وقت ہمارے پاس اور زیادہ ہوتا تو ہم قرآن کی تعظیم میں اسے بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔(۲)

مذہبی تعلیم کی دنیوی لحاظ سے ضرورت

آخرت کے لحاظ سے مذہب چھوٹنے کا جو بھی وبال ہو، وہ اپنی جگہ ہے، دنیا کے لحاظ سے مذہب چھوٹنے کا وبال یہ ہے کہ جب خدا کا خوف دل میں نہیں رہتا، تو انسان جو کچھ بھی کر گزرے، کم ہے۔ قانون انسان کی بری باتیں نہیں چھڑا سکتا۔ بہت سے بہت انسان کو اس پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ بری باتیں کھلم کھلا نہ کر سکے، صرف خدا کا خوف ہی ایسی چیز ہے، جو انسان کے دل کو پاک اور اس کے اخلاق کو بلند کر دیتا ہے، پس صرف اپنے مذہب کی خاطر نہیں؛ بلکہ ملک کی خیر خواہی کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اگر سرکار مذہبی تعلیم کی ذمہ داری نہیں لے سکتی، تو یہ ذمہ داری ہم خود اپنے اوپر لیں اور اپنے طور پر بچوں کی مذہبی تعلیم اور دینی تربیت کا انتظام کریں، تاکہ ہمارے بچے جب جوان ہو کر قوم اور ملک کا مستقبل اپنے ہاتھ

---

(۱) جدید فکری مسائل: ۶/ ۲۷۲

(۲) عقود الجمان: ۲۳۳، اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ: صمیری: ۴۷

میں لیں، تو جس طرح وہ قوم اور وطن کے خیر خواہ ہوں، ایسے ہی وہ مذہب کے پابند، معبودِ حقیقی کے سچے پرستار، خلق خدا کے ہمدرد، مہذب اور با اخلاق شہری ہوں۔ جن سے ملک کی شان بلند ہو اور وطن عزیز امن وامان، محبت وانسیت کا قابل فخر گہوارہ بن سکے۔

مان لیجیے ہمارے پڑوسی "برادران وطن" ان باتوں کا خیال نہیں کرتے، تب بھی ہمارے فرض میں کوئی کمی نہیں آتی، بلکہ ہمارے لیے اور ضروری ہو جاتا ہے کہ خلق خدا کو خدا پرستی، روحانیت اور اعلیٰ اخلاق کا بھولا ہوا سبق یاد دلائیں۔ اور بہت ہی اچھے کردار کا نمونہ پیش کر کے وہ فرض انجام دیں، جس کو اللہ کے کلام پاک نے مسلمانوں کا فرض منصبی اور نونہالان اسلام کی زندگی کا نصب العین قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ (۱)

علم کی دو قسمیں ہیں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ان حالات میں دینی تعلیم کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے، دینی تعلیم حاصل کرنے کے دو درجے ہیں: ایک تو اتنی تعلیم جو ہر شخص کے لئے ضروری ہے، یہ دین کے بارے میں بنیادی واقفیت ہے، توحید اور شرک کی حقیقت، نبوت وحی کا اسلامی تصور، انبیاء اور بالخصوص پیغمبر اسلام ﷺ کے ضروری حالات، پاکی ناپاکی، نماز، روزہ، حج وزکوۃ اور قربانی کے بنیادی احکام، نکاح وطلاق، خرید وفروخت، ملازمت اور نوکری، کسب معاش کے حلال وحرام طریقے، شریعت کی حرام کی ہوئی چیزوں وغیرہ سے متعلق ضروری مسائل، صحابہ اور صحابیات کی مبارک زندگیوں سے متعلق بنیادی معلومات، والدین، اولاد، میاں بیوی اور اعزہ واقرباء سے متعلق حقوق شب

(۱) سورہ بقرہ، آیت ۱۴۳: پ: ۲، جہازی میڈیا، مارچ 30, 2020

وروز کئے جانے والے افعال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی سنتیں اور مسنون وماثور اذکار، یہ امور ہیں کہ جن کے بارے میں جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے، مرد ہو یا عورت اور جوان ہوں یا بوڑھے، اس مقصد کے لئے جگہ جگہ کوشش کرنی چاہیے کہ کوئی محلہ اور کوئی مسجد ایسے مکاتب اور مراکز سے خالی نہ ہو، بلکہ بچوں اور بچیوں کے اسکول کے اوقات کے لحاظ سے صباحی اور مسائی دونوں طرح کے مکاتب ہوں اور کوشش کی جائے کہ محلہ کا کوئی بچہ اور دین سے ناواقف کوئی نوجوان ایسا نہ رہے جو اس نظام سے فائدہ اُٹھائے۔

بچپن میں دینی تعلیم کی اہمیت

اولاد کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کیا فکر کی؟

حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ارشادِ ربانی ہے "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا" (۱) میں معاملہ عالم و فاضل یا مفسر و محدث بنانے کا نہیں بلکہ معاملہ ہے جہنم سے بچانے کا، دوزخ کی آگ سے بچانے کا۔ ایک جلسہ میں ایک بہن ایسی تھی کہ جن کے چہرے پر ہوائیں اڑ رہی تھیں۔ عورتوں نے پوچھا کہ بہن! سر میں درد ہے؟ کچھ پیٹ میں تکلیف ہے؟ بولیں، کچھ نہیں۔ پھر مزید اصرار پر بتایا کہ میں بچہ سوتا ہوا چھوڑ کر آئی تھی، اس سے کچھ فاصلے پر دیا سلائی رکھی ہوئی ہے، اگر وہ بچہ جاگ گیا اور چل کر وہاں تک گیا اور دیا سلائی سے تیلی نکال لی، پھر اپنے کپڑوں میں آگ لگا لی تو کیا ہوگا؟ عورتوں نے پوچھا کہ بچے کی عمر کیا ہے؟ بولی، ڈھائی سال کا ہے۔ سب نے کہا، ہوش کی باتیں کرو، وہ اتنا چھوٹا بچہ چارپائی سے کیسے اترے گا؟ اور پھر چل کر وہاں تک جائے گا اور جا کر وہ یہی ایک کام کرے گا؟ جواب دیا، تمہارا بچہ ہوتا تو جانتیں، میرا بچہ ہے اس لیے مجھے ڈر ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ آج ہمارے ماں باپ کے دل میں یہ خیال پیدا کیوں نہیں ہوتا کہ اگر ہم نے بچہ کو کلمہ، نماز نہ سکھائی، توحید کا سبق یاد نہ کرایا، حضرت ابراہیمؑ کی بت شکنی نہ سمجھائی تو کل وہ مشرک اٹھے گا۔ یہاں تو بالکل خطرات نہیں بلکہ مشاہدات ہیں، وہاں تو ایسا دور دراز کا اندیشہ تھا۔ میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ ایک لڑکا ڈھال کی سڑک پر سائیکل پر جا رہا ہے اور آگے گہری کھائی ہے۔ سائیکل سے اتر جاؤ۔ اسی طرح آج ہمارے سامنے گہری کھائی ہے، وہ کھائی ہندو دیومالا کی ہے، بت پرستی کی ہے، مسلمانوں کے دلوں سے شرک و بت پرستی کی طرف سے ایسے گھن آنا ضروری ہے۔۔۔۔۔ یہ تکدّر، یہ تعفّن، یہ وحشت دور ہوتی جا رہی

---

(۱) التحریم:۶

ہے حالانکہ ایک مسلمان کو سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا ہونا تھا کہ کل وہ مشرکانہ عقائد لے کر نہ اٹھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کا ایک بچہ کو قتل کر دینے کا واقعہ تشریعی نہیں ہے، اس پر عمل آج نہیں ہوسکتا مگر یہ قصہ قرآن میں قیامت تک پڑھا جائے گا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان سمجھے کہ خاندان کے لیے فتنہ بننے والا بچہ کتنا منحوس ہوتا ہے۔ اس قصہ کو قرآن نے جگہ دی تا کہ معلوم ہو کہ یہ خطرہ کتنا بڑا تھا۔(۱)

آیت میں غور کریں کہ مدینہ میں آگ کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا جس سے دنیا کی آگ سے بچانے کی ہدایت کی گئی ہو، بلکہ جہنم کی آگ مراد ہے، نیز آگ سے بچانا ایک دو بار میں یا قولی انذار سے کافی نہیں ہے، بلکہ دنیوی آگ سے جان بچنے تک بچانے کی آخری حد تک کوشش کی جاتی ہے اسی طرح ایمان بچنے تک بچانے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

حضور ﷺ نے بچوں کی تعلیم کا خصوصی اہتمام فرمایا، مختلف قبائل کے لوگ اسلام قبول کرتے ان کے ساتھ چھوٹے بچے بھی ہوتے، بڑوں کی تعلیم کے ساتھ ان بچوں کا تعلیمی نظم خدمت نبوی ﷺ میں قیام کے ذریعہ کیا جاتا، ان کے کھانے پینے کا انتظام انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کرتے ہوئے بے مثال ایثار کا ثبوت دیا۔(۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : آپ ﷺ نماز کا تشہد ہمیں ایسے سکھاتے تھے جیسے مکتب کا معلم بچوں کو سکھاتا ہے۔

"ابا ابکر کان یعلمهم التشهد علی المنبر کما یعلم الصبیان فی الکتاب" (۳)

بچوں کی تعلیم پر بدری قیدیوں کی رہائی

آپ ﷺ نے بدر کے مشرک قیدیوں کی رہائی دس مسلمان بچوں کو کتابت سکھانے پر

---

(۱) مدارس ومکاتب سانس کا حکم رکھتے ہیں : ۱۰

(۲) حیاۃ الصحابہ : ۱/ ۳۹۵، باب نضرۃ

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ : من کان یعلم التشہد، حدیث: ۲۹۹۹، علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کو ذکر کیا ہے۔

موقوف رکھی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انہیں ایام میں انصاری بچوں کی ایک جماعت کے ساتھ لکھنا سیکھا تھا۔

"فیومئذ تعلم زیدبن ثابت رضی اللہ عنہ فی جماعۃ من غلمۃ الانصار"۔(۱)

یہاں سے دو نکتے معلوم ہوئے:

۱۔علم کی تحصیل میں بھی آپ ﷺ نے کبھی دوست اور دشمن کا فرق نہیں کیا، غزوۂ بدر میں جو لوگ قید ہو کر آئے، ان کے بارے میں آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ ان میں جو لوگ پڑھے لکھے ہوں، وہ دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں، یہی ان کا فدیہ رہائی ہوگا، ظاہر ہے کہ وہ دشمن تھے نہ کہ دوست اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ مشرک تھے، علم دین تو ان سے حاصل ہو نہیں سکتا تھا۔

۲۔اگر آپ ان سے تعلیمی فدیہ وصول کرنے کے بجائے مالی فدیہ ہی وصول کرنے پر اصرار کرتے تو معاشی نقطۂ نظر سے اہل مدینہ کے لئے یہ مناسب ہوتا؛ کیوں کہ اس وقت مسلمان سخت غریب اور افلاس کی حالت میں تھے اور فاقہ کشی کے ساتھ گذر بسر عام تھی؛ لیکن آپ ﷺ نے ان حالات میں بھی تعلیم کو ترجیح دی، یہ گویا اس بات کا سبق ہے کہ تعلیم کا حاصل کرنا بہر حال ضروری ہے، چاہے اس کے لئے پیٹ کاٹنا پڑے، یا فاقے برداشت کرنے پڑیں؛ لیکن بچوں کی تعلیم کو کسی قیمت پر نظر انداز نہ کیا جائے۔

بدر کے واقعہ سے ملا پہلا سبق

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں" آج مسلمانوں کو یہی سمجھانے کی ضرورت ہے کہ وہ معمولی کھائیں، معمولی کپڑے پہنیں، عیش وعشرت کے دوسرے اسباب سے اپنے آپ کو بچائیں، معاشی تنگی کو گوارا کریں؛ لیکن ہر قیمت پر اپنے

(۱) الروض الانف: نزول الانفال: ۵/ ۱۶۸

بچوں کو تعلیم دلائیں، ہمارے سماج کا کوئی بچہ ایسا نہ ہو جو تعلیم سے محروم رہے، عام طور پر غریبوں کی مدد اور تعاون کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ وقتی طور پر کچھ پیسے دے دیئے جائیں، کچھ کھانے پینے کی چیز مہیا کر دی جائے، عید کا موقع ہو تو کپڑے دیئے جائیں، ہم اسی کو بڑی خدمت سمجھتے ہیں؛ حالاں کہ خدمت کا زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اس کے لئے روزگار اور معاشی سطح کو مستقل طور پر اونچا اُٹھانے کی تدبیر ہو، جیسے کوئی دوکان لگا دی جائے، کہیں ملازمت دلا دی جائے، اس کی فضیلت زیادہ ہے اور رسول اللہ ﷺ سے ایسی تدابیر کا اختیار کرنا ثابت ہے، ایسی ہی تدابیر میں ایک یہ ہے کہ کوئی شخص اگر خود اپنے بچہ کو پڑھانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، تو اس کے بچوں کو تعلیم دلا دی جائے، یہ صدقۂ جاریہ ہوگا اور اس بچہ کے ذریعہ خود اس کی، اس کے والدین کی اور خاندان وسماج کی جو کچھ خدمت ہوگی، یہ اس کے اجر میں شریک ہوگا، یہ انسانی خدمت کا سب سے اہم اور مفید طریقہ ہے، اگر کسی شخص کے دو بچے ہوں تو اس کو خیال کرنا چاہئے کہ گویا اس کے تین بچے ہیں اور وہ اپنے دو بچوں کے ساتھ اپنی قوم کے ایک اور بچہ کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری قبول کر لے، یقیناً یہ بہت بڑی خدمت ہوگی اور اس طرح سماج کی بہت سی مشکلات حل ہوسکیں گی، جب تک پورا سماج نہ بڑھے اور پوری قوم ترقی نہ کرے، یقیناً ہماری ترقی اَدھوری اور ناتمام ہوگی۔

بدر کے قیدیوں سے ملا دوسرا سبق

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان بچوں کی ایک اچھی خاصی تعداد پرائمری کے بعد تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیتی ہے، بہت سے طلبہ ہائی اسکول کی سطح پر تعلیم ترک کر دیتے ہیں اور اعلیٰ فنی تعلیم میں تو ہمارے بہت ہی کم بچے پہنچ پاتے ہیں، یہ نہایت افسوس ناک بات ہے، ترکِ تعلیم کی وجہ کبھی معاشی ہوتی ہے، کبھی طالب علم کی پست ہمتی اور بہت سے گھروں میں والدین کی جہالت اور سرپرستوں کی ناواقفیت، ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان

رہنما اور اہلِ دانش نئے تعلیمی سال کے آغاز کے موقع پر گاؤں گاؤں اور شہر کے مختلف محلوں میں چند پڑھے لکھے رضا کاروں کی ایک کمیٹی بنائیں، جو سلسلۂ تعلیم منقطع کرنے والے بچوں اور ان کے سرپرستوں کے حالات کا جائزہ لیں، اگر طالب علم پست ہمتی کا شکار ہو رہا ہے تو اس کے لئے کچھ کو چنگ کا انتظام کریں اور ان کی ہمت بڑھائیں، اگر سرپرستوں کی غفلت اور ناسمجھی ہو تو ان کا شعور بیدار کریں اور جو مواقع گورنمنٹ کی طرف سے حاصل ہیں، ان کو ان سے استفادہ کی راہیں بتائیں اور جو بچے معاشی پسماندگی کی وجہ سے تعلیم سے محروم ہو رہے ہوں تو ان کی تعلیمی وسائل میں مدد کریں اور اہل خیر کو اس جانب متوجہ کریں، کسی کو کتابوں کی ضرورت ہو تو کتاب دلا دیں، کسی کو اسکولوں کی داخلہ فیس کا مسئلہ ہو تو اس میں تعاون کر دیں، اس طرح ہم تھوڑی سی کوشش اور فکرمندی کے ذریعہ بہت سے طلبہ کے سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھ سکتے ہیں"۔

ایک بڑی غلط فہمی کا ازالہ

اگر نبی کریم ﷺ کے دور میں ابو جہل کوئی اسکول کھولتا تو آپ کے خیال میں کتنے صحابہ اپنے بچے اسکے سکول میں داخل کرواتے؟ اور ایک ہم ہیں کہ ابو جہل کی فکر کو پروموٹ کرنے والے سکولوں میں شوق شوق سے جوق در جوق اپنے بچوں کو بھیجتے ہیں، یہ عام غلط فہمی ہے کہ بدر کے قیدی کفار سے رسول اللہ ﷺ نے بچوں کی "تعلیم" کا فدیہ لیا. انہوں نے علم نہیں دیا تھا، محض پڑھنا لکھنا سکھایا تھا۔

"علم دینے" اور "پڑھانے لکھانے" کا فرق اس مثال سے سمجھیں کہ ایک غیر مسلم اگر کتے کے بارے میں "پڑھائے" گا تو یہ بتائے گا کہ لفظ کتا لکھنا کیسے ہے اور پڑھنا کیسے ہے، یعنی املاء اور ہجے وغیرہ. اور جب کتے کے بارے میں "علم" دے گا تو بتائے گا کہ کتا انسان کا دوست اور وفادار جانور ہے، اس سے محبت کرنی چاہیے اسے اپنے بستر میں بھی سلا سکتے ہیں، وغیرہ وغیرہ، جبکہ ایک دیندار مسلمان کتے کے بارے میں "پڑھائے" گا تو غیر مسلم کی طرح

ہی، البتہ جب ''علم'' دے گا تو بتائے گا کہ کتا، انسان کی اور اسکی بھیڑ بکریوں کی حفاظت کے کام آتا ہے، شکار بھی کرسکتا ہے لیکن ہے یہ ناپاک جانور. اسے گھر کے اندر رکھنے سے رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور اگر کسی برتن میں منہ مار دے تو سات بار پانی سے اور ایک بار مٹی سے صاف کئیے بغیر پاک نہیں ہوتا... وغیرہ یہی فرق ہے ''تعلیم'' کا ابوجہل کی اسکول میں اور کسی محمدی اسکول میں۔

پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر تعلیم دینا

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تعلیم دینے لگے تو آپ کے مشہور شاگرد حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر مجھے قرآن وحدیث سکھاتے تھے۔(۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو بچے قرآن سیکھنے پر آمادہ نہ ہوں تو ان کو زبردستی سکھانا، کوتاہی پر مناسب سزا دینا معلوم ہوا۔

بچپن میں دینی تعلیم کا انتظام وقت کا اہم فریضہ اور جہاد ہے

حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا: حضرات! جس طرح اپنے ایمان اور ارکان اسلام کی حفاظت ہمارا فرض ہے اور اس کے لیے ہر ضروری انتظام ہمارا دینی فریضہ ہے، اسی طرح مسلمانوں کی نئی نسل کے لیے دینی تعلیم کا انتظام اور مشرکانہ تعلیم کے اثرات سے بچانے کی جدو جہد، وقت کا فریضہ اور جہاد اور افضل اور مقدس ترین عبادت ہے، ہماری آئندہ نسلیں جب ہی مسلمان رہ سکتی ہیں جب ان کی اپنی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جائے۔(۲)

---

(۱) سنن الدارمی، رقم: ۵۵۶

(۲) تکبیر لسل

بچوں کے لیے دینی تعلیم کا انتظام نہ کرنا اپنی نسل کشی ہے

حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا : مسلمان نعرے لگا سکتا ہے، جلوس نکال سکتا ہے، سر دھڑ کی بازی لگا سکتا ہے، لیکن خاموشی کے ساتھ وہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام واہتمام نہیں کرسکتا! یہ ایک ایسی نسل کشی ہے جس کے لیے خود مسلمان آمادہ وکمر بستہ ہیں ملی، ثقافتی، تہذیبی اور دینی راستوں سے انحراف ہی نہیں بلکہ آگے چل کر یہ راہ ارتداد کی طرف جاتی ہے جس سے مسلمان بے خبر ہیں۔ ملت اگر علم سے بے نیاز ہے تو وہ اجتماعی خودکشی کی طرف راغب ہے۔ ایک ڈوبنے والا شخص جس طرح اپنی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے اور دیکھنے والے اسے منجدھار سے نکالنے کی جیسی کوشش کرتے ہیں، اس وقت مسلمانوں کے مسائل کو سمیٹنے اور سلجھانے کے لیے اس طرح کی کوشش کی ضرورت ہے۔(۱)

دینی تعلیم بچوں کے لئے ضروریاتِ زندگی سے زیادہ ضروری

حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا : بالکل صاف کہتا ہوں کہ بچوں کے عید کے کپڑے بنانے سے ہزار بار زیادہ اور بچہ بیمار ہوجائے تو اس کا بہتر سے بہتر علاج کرنے سے سینکڑوں بار زیادہ اور اپنے بچوں کو نوکری کے قابل بنانے سے لاکھ بار زیادہ، ضرورت ہے کہ اس کو سچا پکا مسلمان بنایا جائے۔(۲)

بالغین اور بچوں کی دینی تعلیم مسلمانوں کے تمام قومی مسائل پر مقدم ہے

حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا : کسی ملک کے مسلمانوں کا خواہ وہاں مسلمان اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں، اولین واہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ انہوں نے بالغین کی دینی

---

(۱) تکبیر مسلسل: ۵۸۱
(۲) تکبیر مسلسل: ۲۵۲

واقفیت اور بچوں کی دینی تعلیم کا کیا بندوبست کیا ہے؟ میں اپنے محدود مطالعہ اور دینی واقفیت کی بنا پر یہ عقیدہ رکھنے پر مجبور ہوں کہ یہ مسئلہ ان کے تمام قومی مسائل سے مقدم اور اہم ہے، میانکی زندگی کا بنیادی مسئلہ ہے، یا ابدی نجات یا اس کی ہلاکت کا سوال ہے، میں مسلمانوں کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ اپنے بچوں کے ایمان کی حفاظت، دین وایمان کی معرفت اور پھر اس کی حفاظت اور پھر اس کی غیرت اور پھر اس پر زندگی گذارنے اور اس پر دنیا سے رخصت ہونے کے کام کو سب سے زیادہ اہمیت دیں، یہ بات جتنی دل سے لگی ہونی چاہیے مسلمانوں کے دل سے نہیں لگی ہے، سارا خطرہ اس بات کا ہے کہ اس کی جو اہمیت ہونی چاہیے تھی وہ مسلمانوں میں نہیں۔(۱)

بچپن کی تعلیم پچپن تک رہتی ہے

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں :"التعلم فی الصغر کالنقش فی الحجر"۔(۲)

ایک بچے کے معصوم ذہن پر مکتب کی تعلیم کا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے، مکاتب دینیہ معصوم بچوں کے لئے ماں کی گود طرح ایک دینی گہوارہ ہیں، مکتب کی تعلیم پتھر کی لکیر کی طرح مرتے دم تک دل و دماغ پر چھائے رہتی ہے۔

بچپن میں دینی مزاج بن جائے تو زندگی بھر دینداری کا بہترین موقع میسر ہوجاتا ہے، اگر بچہ مکتب کی ابتدائی تعلیم سے محروم رہے تو نتیجہ بہت ناگفتہ بہ ہوتا ہے، نسل نو کی دینی و ذہنی حفاظت و اسلامی تشخص کے لیے مکتب سماج کا اٹوٹ حصہ ہے، اسلام پر جینے اور ایمان پر مرنے کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے، مسلم اقلیت مقامات پر مسلمان بچوں اور بچیوں کا تربیت کے لیے یہی واحد راستہ ہے۔

مکتب کی تعلیم دینی تعلیم کے تمام شعبوں میں سب سے زیادہ اہم ہے، لیکن آج کل

---

(۱) تعمیر مسلسل:۵۳۶

(۲) فتح الباری:۹/ ۷۲۲

لوگوں کا مزاج ہے کہ ان میں مکتب کی تعلیم کے نظام کی اہمیت کم ہوگئی ہے۔

سات سال کی عمر سے پہلے بچے کو تعلیم دینا ضروری ہے

سات سال کی عمر میں جب نماز کی ترغیب اور دس سال میں نہ پڑھنے پر مارنا ہے تو معلوم ہوا کہ دس سے قبل بچے کو نماز کا طریقہ، نماز کے فرائض، آداب وسنن سے واقفیت کرادینا چاہئے اس کے بغیر نہ پڑھنے پر مارنے کا کیا مطلب رہے گا، صحابہ کرامؓ سات سے دس سال کے بچہ کو قرآن اور دعا کی اتنی تعلیم دیا کرتے تھے کہ وہ اس عمر میں باقاعدہ نماز ادا کریں، یہ حدیث کی عملی شکل تھی جس میں نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا : تم سات سال کے بچوں کو نماز سکھاؤ، اور دس سال کے بچوں کو نماز نہ پڑھنے مارو " علمو االصبی الصلاۃ ابن سنین و اضربو اہ علیھا ابن عشر"۔(۱)

حضرات حسنینؓ کی بچپن کی تعلیم

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنکی عمر رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت صرف آٹھ برس کی تھی؛ فرماتے ہیں : رسول اللہ ﷺ نے مجھے دعائے قنوت سکھائی :

"اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَلا يُقْضَى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ"(۲)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کی بات بیان کرتے ہیں۔(۳)

---

(۱) ترمذی : باب متی یومر الصبی بالصلاۃ، حدیث ۴۰۷ : ،امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا

(۲) ابوداؤد : ۱۴۲۵

(۳) مسند احمد ۱ : /۲۰۱

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا بچپن میں اذکار نماز یاد کر لینا

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور حضور ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے اور حضور ﷺ کے انتقال کے وقت ان کی عمر نو/ دس سال کی تھی۔ فرماتے ہیں : رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے :

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ اَبَداً اَبَداً، ذُوْ الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لا حول ولا قوه الا بالله، لا اله الا الله، مخلصين له الدين ولو كره الكافرون۔

آپؓ نے بچپن میں رسول اللہ ﷺ سے یہ دعاء سیکھی تھی، اس پر عمل کرتے رہے۔(۱)

حضرت عمرو بن سلمہؓ آٹھ سال کی عمر میں امامت

عمرو بن سلمہ جرمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ : ہمارے پاس سے قافلے گزرتے تھے تو ہم ان سے قرآن سیکھتے تھے (جب) میرے والد نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا : "تم میں سے امامت وہ آدمی کرے جسے قرآن زیادہ یاد ہو"، تو جب میرے والد لوٹ کر آئے تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے : "تم میں سے امامت وہ آدمی کرے جسے قرآن زیادہ یاد ہو"، تو لوگوں نے نگاہ دوڑائی تو ان میں سب سے بڑا قاری میں ہی تھا، چنانچہ میں ہی ان کی امامت کرتا تھا، اور اس وقت میں آٹھ سال کا بچہ تھا۔(۲)

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث : ۵۹۴

(۲) آٹھ سالہ بچہ نابالغ ہوتا ہے اور نابالغ بالغین کی امامت نہیں کرسکتا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے : لا یؤم الغلام حتی یحتلم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"كان يمر علينا الركبان فنتعلم منهم القرآن فاتى ابي النبيﷺ، فقال :ليؤمكم اكثركم قرآنا فجاء ابي فقال إن رسول اللهﷺ قال:" ليؤمكم اكثركم قرآنا فنظروا فكنت اكثرهم قرآنا فكنت اؤمهم وانا ابن ثمان سنين"(۱)

حضرت محمود بن لبیدؓ کی بچپن میں تعلیم

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سب سے کم عمر صحابہ میں سے تھے جن کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : مجھے سب سے زیادہ تم پر جس چیز کا

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے الخ" اور نسائی شریف کی مذکورہ روایت کا جواب یہ ہے کہ متعدد وجوہ سے یہ روایت قابل استدلال نہیں اول یہ کہ حدیث میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں کہ عمرو بن سلمہ کے نابالغ ہونے کی حالت میں امامت کی اطلاع حضور ﷺ کو پہنچی ہو اور آپ ﷺ نے اس کے باوجود امامت پر برقرار رکھا ہو، آپ ﷺ نے تو فقط قوم کے اَقرأ شخص کو امامت کی ہدایت فرمائی تھی لوگوں نے اپنے اجتہاد سے عمرو بن سلمہ کو امام بنالیا کیونکہ وہ قرآن سب سے اچھا پڑھتے تھے اور سب سے زیادہ قرآن کا حصہ یاد تھا۔ دوسری بات یہ کہ بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں کہ جب میں سجدہ کرتا تھا تو میری سرین کھل جاتی تھی تو ایک عورت نے فرمایا کہ اپنے قاری کے ستر کو چھپاؤ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وضو، نماز کے ضروری مسائل سے اس وقت پوری طرح واقف نہیں تھے۔ تیسری بات یہ کہ امام خطابی فرماتے ہیں کہ امام احمد عمرو بن سلمہ کے اثر کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور ایک مرتبہ فرمایا "اس کو چھوڑو اس میں کچھ نہیں ہے" خلاصہ یہ کہ کبار صحابہ کے اقوال واثار کی موجودگی میں ایک بچے کے فعل سے استدلال درست نہیں:

"وفي الجوهر النقي ذكر صاحب الكمال انه لم يلق النبيﷺ ولم يثبت له سماع والظاهر ان إمامته لقوم لم تبلغ النبيﷺ والدليل عليه أنه إذا كان سجد خرجت استه وهذا غير جائز ولهذا قال الخطابى كان أحمد يضعف أمر عمرو بن سلمه وقال مرة :دعه ليس بشيء انتهى والحاصل أنهم فعلوا ذلك باجتهادهم ولم يطلع النبيﷺ على ذلك، قلت وما قال الحافظ في الرد على ذلك فهو مردود"۔ (حاشیہ اَبي داوٗد ص: ۸۷، وحاشیہ ہدایہ: ۱/ ۱۱۱ بحوالہ: دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند) (۱) سنن نسائی، حدیث: ۶۳۷، یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔

خوف ہے وہ شرک اصغر ہے، لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! شرک اصغر کیا چیز ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا : وہ ریا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلا دیا جائے گا، کہے گا : جاؤ ان لوگوں کی طرف جن کو دکھانے کے لیے تم دنیا میں کام کرتے تھے، دیکھو! ان کے پاس کوئی ثواب ہو تو لو؛ (میرے پاس تو تمہارے لیے کچھ بھی نہیں۔)

اتنی چھوٹی عمر کا بچہ ایسی گہری بات جس کی حقیقت کا سمجھنا بھی دشوار ہے مگر یاد رکھا ہے، یہ تبھی ہوا کہ اخلاص صرف رٹایا نہیں گیا بلکہ دل و دماغ میں بسایا گیا، اور جس کے ذہن میں اتنی کم عمری میں یہ بات بیٹھ جائے گی، وہ اپنے اعمال میں ریا اور دکھاوے سے پاک رہے گا، پتہ چلا جس شرکِ اصغر سے راہِ خدا میں گردن کٹا کر بھی انسان جہنمی بن جاتا ہے اس سے بچنے کی تعلیم بچپن سے دی گئی!!۔(۱)

صحابہؓ کے بچوں میں قرآن سمجھنے کا شوق

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت مصعبؓ نے اپنے والد حضرت سعدؓ سے پوچھا : "اباجان! الذین هم عن صلاتهم ساهون۔(۲) کہ "وہ لوگ جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں" کا کیا مطلب ہے؟ ہم میں کون ہے جس کو غفلت نہیں ہوتی، جس کے دل میں خیالات نہیں آتے؟ حضرت سعدؓ نے فرمایا : بیٹا! اس کا مطلب یہ ہے کہ "اذان ہونے کے بعد بھی آدمی غفلت میں پڑا رہے، یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جائے، جس سے نماز قضاء ہو جائے"۔(۳)

---

(۱) بچوں کے احکام ومسائل ص: ۲۶۵تا۲۹۹۔فیصل احمد ندوی بھٹکلی

(۲) سورہ ماعون : ۵

(۳) مسند ابی یعلی : ۱/۷۰۰

حضرت ابن عباسؓ کا بچپن میں ہی مفصلات یاد کر لینا

امام بخاری نے باب قائم کیا ہے" باب تعلیم الصبیان القرآن"، جس میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں : رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت میں دس سال کا تھا اور میں نے قرآن مجید کی چھوٹی سب سورتیں (سورۂ حجرات سے اخیر قرآن تک) یاد کر لی تھیں۔(۱)

آپ رضی اللہ عنہما بچپن میں صرف پڑھے نہیں بلکہ سمجھ کر پڑھا کرتے، فرماتے تھے : مجھ سے سورۂ نساء کے بارے میں پوچھو۔(۲) اگر بنا سمجھے حفظ کی بات ہوتی تو "مجھ سے سورۂ نساء پڑھو" کا جملہ ہوتا جبکہ فرمایا "مجھ سے سورۂ نساء کے بارے میں پوچھو"۔

بچوں کا قرآن سیکھنے میں تنافس

صحابہؓ کے زمانہ میں ہمت افزاء ماحول نے بچوں میں تنافس وتقابل کا جذبہ پیدا کر دیا تھا، مکتب کے طلبہ "حم" سے شروع ہونے والی تمام سورتوں کو پڑھ لینے کے بعد بہت خوش ہوتے تھے اور فخر ومسرت کے ساتھ کہتے تھے "تعلمنا الحوامیم "یعنی ہم نے "حم" والی تمام سورتیں پڑھ لیں چنانچہ اس سلسلہ میں بچوں کی عمر اور جسمانیت کی رعایت کے ساتھ تعلیم وتربیت کیلئے ہونے والی سرزنش کو بخوشی قبول بھی کیا جاتا تھا۔

قاضی ابوعبداللہ اصبہانی نے فرمایا کہ میں نے پانچ سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔(۳)

---

(۱) صحیح بخاری : ۵۰۳۵، ۵۰۳۶ "باب تعلیم الصبیان القرآن

(۲) مستدرک حاکم : ۲/۲۰۱

(۳) مقدمہ ابن الصلاح ص: ۱۳۱، النوع ۲۴ واسلاف کے حیرت انگیز کارنامے، ص: ۲۰۲

بچپن میں ہی عقائد کی تعلیم دینا ضروری ہے

مکتب میں عقائد کی درستگی کی تعلیم ضروری ہے، حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نابالغ بچے تھے، تو آپ ﷺ قرآن سے پہلے ہمیں ایمان (عقائد کی درستگی) سکھاتے تھے پھر قرآن سکھاتے تھے، جس سے ہمارے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا اور آج تم ایمان سے پہلے قرآن سکھا رہے ہو۔(۱)

حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا: اس ملک میں تعلیم کی راہ سے جو کچھ کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں حکومت کی طرف سے جو بساط بچھائی گئی ہے، اس پر غور کیا جائے تو مستقبل کا یہ خطرہ سامنے نظر آئے گا کہ اگر اس ملک میں مسلمانوں نے از خود اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام اور ان کے دینی ذہن کی تعمیر تشکیل کی فکر نہیں کی تو خدانخواستہ نوجوان نسل بنیادی عقائد سے محروم ہو جائے گی..... یہی مکاتب ہیں جو ملت کی نوجوان نسل کو ایمان و اسلام سے وابستہ رکھیں گے۔ ہماری گوشی نسل جو شائستگی اور انسانیت میں شاید ہم سے بڑھی ہوئی ہے ان ہی مکاتب و مدارس کی فیض یافتہ ہے۔(۲)

بچپن میں پہلے قرآن کی تعلیم کا اہتمام کیا جائے

تعلیم دینے کا جذبہ تو والدین میں ہوتا ہی ہے، البتہ ترتیب الٹی کر دی جاتی ہے، پہلے بہترین اسکول اور انگریزی تعلیم کی فکر کی جاتی ہے، بعدہ موقع ملے تو قرآن کی تعلیم کا خیال آتا ہے، جبکہ بحیثیت مسلمان قرآن کی تعلیم کی فکر پہلے کرنی چاہئے:

حضرت ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ میں حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے حضرت عطاؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے پاس حضرت عبد اللہ بن عبید بن عمیرؒ بیٹھے ہوئے تھے، حضرت

---

(۱) ابن ماجہ، حدیث: ۶۱

(۲) تکبیر مسلسل: ۲۲۳، ۱۵۲، ۲۴۵

عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ نے مجھ سے پوچھا : تم کو قرآن یاد ہے؟ میں نے کہا : نہیں۔انہوں نے کہا : جاؤ پہلے قرآن یاد کرو، پھر علم حاصل کرنا۔(۱)

حضرت ابن غیاث محدثؒ کہتے ہیں کہ : میں (مشہور محدث) حضرت اعمشؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھ سے حدیث بیان کیجئے،انہوں نے پوچھا : کیا تم کو قرآن ازبر یاد ہے؟ میں نے کہا : نہیں، کہا : جاؤ پہلے قرآن حفظ کرآو، پھر حدیث سناؤں گا، جب میں قرآن حفظ کر کے ان کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے قرآن پڑھنے کے لیے کہا : میں نے پڑھ کر سنایا تو انہوں نے مجھ سے حدیثیں بیان کیں۔(۲)

محدث حضرت ولید بن مسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ : جب ہم حضرت امام اوزاعیؒ (ملک شام کے مشہور فقیہ) کے پاس ہوئے تو ہم میں سے جو نو عمر لڑکا تھا اس سے پوچھے گیا : اے بچے! تم کو قرآن یاد ہے؟ وہ ہاں میں جواب دیتا، تو متشابہات میں سے امتحان لیتے اور فرماتے : " یوصیکم اللہ فی اولادکم " والی آیت پڑھو، اگر کہتا کہ میں قرآن نہیں پڑھا ہوں تو فرماتے : جاؤ علم حاصل کرنے سے پہلے قرآن یاد کرو۔(۳)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : سب سے اول مسلمان کے بچے کو قرآن پڑھانا چاہیے، ضروریات دین کی تعلیم ہونی چاہیے، خواہ اردو میں ہو یا عربی میں مگر انگریزی سے قبل ہو۔ یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ آنکھ کھلتے ہی ان کو انگریزی میں لگا دیا جائے، تو اول تو قرآن شریف پڑھاؤ اگر پورا نہ ہو تو دس پارے ہی سہی، اور اس کے ساتھ ہی روزانہ تلاوت کا بھی اہتمام۔(۴)

---

(۱) تاریخ بغداد: ۱۰/ ۴۰۲

(۲) الحدیث الفاصل: ۲۰۳

(۳) الجامع للخطیب، ص: ۲۷، رقم: ۸۰۔

(۴) العلم والعلماء : ۴۰

امام بخاریؒ کا دس سال کی عمر میں مکتب کی تعلیم سے محدث بننے کا شوق

امام بخاری قدس سرہ شہر بخارا میں بتاریخ 13 شوال 194ھ نماز جمعہ کے بعد پیدا ہوئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی تربیت کی پوری ذمہ داری والدہ محترمہ پر آگئی جو نہایت ہی خدا رسیدہ عبادت گزار شب بیدار خاتون تھیں۔ والدین کی علمی شان و دینداری کے پیش نظر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام کی تعلیم وتربیت کس انداز کے ساتھ ہوئی ہوگی۔ آپؒ کے والد ماجد شیخ اسماعیلؒ اکابر محدثین اور امام مالکؒ وعبداللہ بن مبارکؒ 0 کے اخص تلامذہ میں سے ہیں، اس قدر محتاط تھے کہ آپ کے مال میں ایک درہم بھی ایسا نہ تھا جسے مشکوک یا حرام قرار دیا جاسکے، ان کے شاگرد احمد بن حفصؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت اسماعیلؒ کی وفات کے وقت حاضر تھا، اس وقت آپؒ نے فرمایا کہ میں اپنے کمائے ہوئے مال میں ایک درہم بھی مشتبہ چھوڑ کر نہیں چلا ہوں، یہ فخر امت میں کم ہی لوگوں کو حاصل ہوا ہے کہ باپ بھی محدث ہو اور بیٹا بھی محدث بلکہ سید المحدثین۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شرف امام بخاری رحمہ اللہ کو نصیب فرمایا: جس طرح یوسف علیہ السلام کو ''کریم ابن الکریم ابن کریم'' کہا گیا ہے اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ بھی محدث ابن المحدث قرار پائے۔ مگر صد افسوس کہ والد ماجد نے اپنے ہونہار فرزند کا علمی زمانہ نہیں دیکھا اور آپ کو بچپن ہی میں داغ مفارقت دے گئے۔ آپ دس سال تک مکتب میں تعلیم حاصل کی، اسکے بعد حدیث کا علم شروع کرلیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی ابتدائی سرگزشت کا آغاز کس طرح ہوا؟ فرمانے لگے :ابھی میں مکتب کا طالب علم تھا کہ حفظ حدیث کا مجھے الہام ہوا، اس وقت میری عمر دس سال یا اس سے کم تھی، مکتب سے نکل کر میں محدث داخلی کے پاس جانا شروع کیا۔(۱)

---

(۱) تاریخ بغدادی: ۲/۷

سلیم بن مجاہدؒ ایک دن مشہور محدّث محمد بن سلام بیکندیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ،امام بیکندی فرمانے لگے :اگر کچھ دیر قبل آتے تو ستّر ہزار حدیثیں حفظ کرنے والا بچّہ دیکھ لیتے،سلیم یہ سن کر بچّے کی طلب میں نکلے،ملاقات کر کے پوچھا: ستّر ہزار احادیث کے حفظ کا دعوی ہے؟امام بخاریؒ کہنے لگے: جی ہاں! بلکہ اس سے بھی زیادہ ،مزید یہ کہ جس صحابی اور تابعی کی حدیث آپ کو سناؤں گا ان تمام کی ولادت،وفات اور مساکن کا بھی علم رکھتا ہوں۔

"نعم واکثر،ولااجیئک بحدیث من الصحابة والتابعین الاعرّفتک مولداکثرھم ووفاتھم ومساکنھم"۔(۱)

بچوں میں عظمت رسول ﷺ پیدا کی جاتی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ" نبی کریم ﷺ کی محبت، ان کے اہل بیت سے محبت،اور قرآن کی تلاوت۔کیونکہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سائے میں انبیاء اور منتخب لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔(۲)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: نبی کریم ﷺ کی محبّت اور آپ کے اَقارِب کی محبّت دِین کے فرائض میں سے ہے۔(۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ" ہم اپنے بچوں کو رسول ﷺ کے غزوات اور جنگیں بھی یاد کرواتے تھے جیسے انھیں قرآن کی سورتیں یاد کرواتے تھے"۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ" بچے کو قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ اور نیک لوگوں

---

(۱) سیر أعلام النبلاء: ترجمہ أبوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم: ۱۲/ ۴۱۷

(۲) اخرجہ ابونصر الجامع الصغیر،رقم ۳۱۱ : ، اتحاف الخیرۃ: ۷۷۵۳

(۳) خزائن العرفان،پ :۲۵،الشوریٰ،تحت الآیۃ: ۲۳

کے واقعات اور دینی احکامات کی تعلیم دی جائے۔"(۱)

حضرت علی میاںؒ کا بچپن سے سیرت کا شوق

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنا واقعہ بیان کیا ہے کہ: میں نے شبلی بک ڈپو کی فہرست میں ایک کتاب "رحمۃ للعالمین" مصنف قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوریؒ کا نام پڑھا، پڑھتے ہی طبیعت میں ایسا انجذاب ہوا کہ میں نے اسکا آرڈر دے دیا، کتاب آئی تو والدہ صاحبہ کے پاس وی اپی چھڑانے لئے پیسے نہ تھے، انہوں نے مجبوری کا اظہار کیا، میں نے اس پر رونا شروع کر دیا، والدہ صاحبہ مجبور ہو کر کہیں سے اس کا انتظام کیا، اور وی۔پی چھڑالی، میں نے اس کتاب کو بڑے ذوق وشوق اور عقیدت ومحویت کے ساتھ پڑھا، کسی کتاب نے دل ودماغ پر ایسا گہرا اثر نہیں ڈالا ہوگا جتنا کہ اس کتاب نے ڈالا، اور سیرت کے واقعات کی سادگی اور اثر انگیزی سے دل ودماغ میں ایک کرنٹ سا دوڑ گیا، اس کتاب کو اپنی محسن ومربی کتابوں میں سمجھتا ہوں، اور اس کے مصنف کے لئے رفع درجات اور قبولیت کی دعا کرتا ہوں۔(۲)

صحابہ کرامؓ کی محبت سکھائی جاتی

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ سلفِ صالحین (گزرے ہوئے بزرگان دین) اپنے بچوں کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی محبت سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔(۳) حضرت علّامہ عبدالرءوف مُناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کوئی بھی امام یا مجتہد ایسا نہیں گزرا جس نے اہلِ بیت کی محبت سے بڑا حصّہ اور نُمایاں فخر نہ

---

(۱) احیاء العلوم: ۱/۳۷۹

(۲) کاروانِ زندگی: ۱/۹۶

(۳) تاریخ دمشق: ۴۴/۳۸۶

پایا ہو۔(۱) علّامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب اُمّت کے ان پیشواؤں کا یہ طریقہ ہے تو کسی بھی مؤمن کو لائق نہیں کہ ان سے پیچھے رہے۔(۲)

حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کا بچپن سے شوقِ علم

حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت ہی کم عمری میں تعلیم کا بہت شوق تھا، عام لڑکوں کی طرح وہ اپنے فرائض سے غافل نہیں رہتے تھے ،اور نہ کھیل کود میں اپنا وقت ضائع کرنا پسند کرتے تھے، جب تک فقہ اور حدیث کی کتابیں شروع نہیں کیں، صحابہ کرامؓ کے تذکرے اور خدا کی راہ میں ان کی جانبازی اور قربانی کے واقعات سے بڑی گہری دلچسپی تھی ،اس سلسلہ کی جو کتابیں ملتیں بڑے ہی ذوق وشوق اور جذب وکیف سے پڑھتے، کتاب ''محاربات اسلام'' جس میں صحابہ کرام کے جہاد اور فتوحات کا تذکرہ ہے ،بچپن ہی سے بڑے اشتیاق سے پڑھا کرتے تھے، جب فقہ اور حدیث کی تعلیم شروع کی تو اس مبارک علم میں پوری طرح مشغول ہو گئے، دن کا کوئی حصّہ ایسا نہ ہوتا جس میں خالی بیٹھتے اور کوئی کتاب ہاتھ میں نہ ہوتی ہو، وہ کسی ایسے کام کو پسند نہ کرتے جو تعلیم میں کسی طرح مخل ہو۔(۳)

بچوں کو غزوات وسیر بتائے جاتے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدینؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات اور جنگوں کے بارے میں ہمیں تعلیم دی جاتی تھی جس طرح

---

(۱) فیض القدیر: ۱/۲۵۶

(۲) الشرف المؤبد لآل محمد: ۹۴

(۳) سوانح مولانا محمد یوسف صاحبؒ: ۳۷

قرآن کی سورت کی تعلیم دی جاتی تھی۔(۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت اسمعیل بن محمدؒ بیان کرتے ہیں کہ میرے ابا ہم بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے مغازی (جنگوں کے واقعات) کی تعلیم دیتے تھے اوران کو وضاحت سے الگ الگ بیان کرتے تھے اور فرماتے تھے :اے بچو! یہ تمہارا باپ دادوں کے شاندار کارنامے ہیں، پس ان کے تذکرے کو مت بھولو۔(۲)

تابعین کے بچوں میں اذکارِ یومیہ کا اہتمام

انٹرنیٹ کے دور نے تمام اسلامی تعلیمات امت سے چھین لی ہیں، سوتے اٹھتے ہوئے دعاؤں کا اہتمام کرنے کے بجائے فون دیکھتے ہوئے رات دیر تک جاگتے ہوئے سویا جاتا ہے، نہ سونے کی دعا، نہ اوراذکار کی پابندی، بچپن سے اسلامی تعلیم نہ ہونے کا یہ انجام جو ہر گھر میں ہر مسلمان دیکھ رہا ہے، مشہور تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ بیان کرتے ہیں : ہمارے بڑے ہمیں حکم دیتے تھے جبکہ ہم بچے تھے کہ ہم جب سونے کے لیے بستر پر جائیں تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد اللہ، اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھیں۔(۳)

امام عبدالرحمن ابن جوزیؒ کا چھ سال کی عمر میں مکتب کی تعلیم

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تین سال ہی تھی کہ والد کا انتقال ہوگیا ،آپ کی پرورش آپ کی پھوپھی نے کی۔(۴) جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو والدہ نے وقت کے مشہور محدث "ابن ناصر" کے پاس مسجد میں بھیج دیا، حفظ قرآن کے بعد تجوید میں مہارت پیدا کی، پھر حدیث کا علم حاصل

---

(۱) الجامع الاخلاق الراوو آداب السامع للخطیب، ص: ۳۵۹۔رقم: ۱۶

(۲) الجامع الاخلاق الراوو آداب السامع للخطیب، ص: ۵۸، رقم: ۱۶۰۱

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳/ ۵۰۸

(۴) سیر اعلام النبلاء: ۱۵/ ۴۸۴

کیا، اپنے بیٹے کو اپنے حالات سناتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"مجھے خوب یاد ہے کہ چھ سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوا، بڑی عمر کے طلبہ میرے ہم سبق تھے، سات برس کی عمر میں جامع مسجد میں محدث کے درس حدیث میں شریک ہوتا وہ حدیث وسیرت کی جو بات کہتے مجھے زبانی یاد ہو جاتی، گھر جا کر اس کو لکھ لیتا، اساتذہ وشیوخ کے حلقوں میں حاضری دینے میں اس قدر جلدی کرتا تھا کہ دوڑنے کی وجہ سے میری سانس پھول جاتی تھی، صبح اور شام اس طرح گزرتی کہ کھانے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا، اگر میں کہوں کہ بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو بہت زیادہ معلوم ہوگا اور یہ طالب علمی کے دور کا ذکر ہے، مجھے ان کتابوں کے مطالعہ سے سلف کے حالات واخلاق، قوتِ حافظہ، ذوقِ عبادت اور علوم نادرہ کا ایسا اندازہ ہوا جو ان کی کتابوں کے بغیر نہیں ہوسکتا، تصنیف وتالیف کا سلسلہ ۱۳ر برس کی عمر سے شروع فرمایا۔(۱)

نوعمری ہی سے تصنیف وتالیف کا مشغلہ اپنالیا، روزانہ چار جزء لکھنے کا معمول تھا، حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی تالیفات شمار کیں تو وہ ایک ہزار تک پہنچیں، جن میں کئی کتابیں ۲۰ر جلدوں (Volumes) پر مشتمل ہیں۔(۲) حدیث کے فن میں اس قدر مہارت رکھتے تھے کہ کسی بھی حدیث کے بارے میں بتادیتے کہ وہ صحیح ہے یا حسن ضعیف ہے یا مرفوع ہے۔(۳)

بہترین مقرر وعظ وبیان میں بھی آپ کا شہرہ تھا، مجلسِ وعظ میں وزَراء وخلَفاء سمیت تقریباً دس ہزار سے ایک لاکھ تک افراد شریک ہوتے۔(۴) آپ کے ہاتھ پر ایک لاکھ لوگ

---

(۱) الوافی بالوفیات، ج: ۱۸، ص ۱۱۱، تاریخ دعوت وعزیمت: ج: ۱/ ۲۲۶

(۲) الوافی بالوفیات: ۱۸/ ۱۱۲

(۳) سیر اعلام النبلاء: ۱۵/ ۸۳ ۴، عیون الحکایات، مقدمۃ التحقیق: ۴

(۴) تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ج: ۴ ص: ۹۳ ملخصاً

تائب ہوئے اور بیس ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔(۱) یہ سب کچھ ایک مکتب کا طالب علم محنت سے ترقی کے بعد کر رہا ہے۔

امام محمد کا سات دن میں حفظِ قرآنِ مجید

امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس میں بیٹھنے آئے، تو تقریباً ۱۴ برس کے تھے، سوال کیا کہ ''آپ ایسے نابالغ لڑکے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جسے عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد رات کو احتلام ہو جائے؟ کیا عشاء کی نماز لوٹانا واجب ہے؟ امام صاحب نے فرمایا: جی ہاں! امام محمدؒ نے مسجد کے ایک کونے میں جا کر عشاء کی نماز لوٹا دی، امام صاحب نے اس قدر ادب وشرم دیکھ کر فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو یہ بچہ ضرور فلاح پائے گا۔''ان هذا الصبی یفلح ان شاء اللہ''

اس واقعہ بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ میں فقہ کی محبّت پیدا ہوئی، فقہ کا علم حاصل کرنے امامِ اعظمؒ کی مجلس میں پہنچ گئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ القرآن کا امتحان لیا، تو اُنہیں مکمل حافظ نہ پایا، اس پر اُنھیں نصیحت کی کہ جب تک قرآنِ پاک حفظ نہ ہو جائے، درس میں شریک نہ ہوں، وہ سات دن درس میں حاضر نہ ہوئے، بعد ازاں اپنے والد کے ساتھ آئے اور کہا ''میں نے قرآنِ پاک حفظ کر لیا ہے۔''امتحان لیا گیا تو مکمل قرآن مجید بہترین یاد تھا۔(۲)

فاقے برداشت کر کے بھی بچوں کو دینی تعلیم دینا ایمانی تقاضہ ہے

حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا: ہمارے ایمان کے تقاضہ میں ہے کہ بچے کی فاقہ کشی، بچے کے پاس کچھ نہ ہونا، اس کی جیب کا خالی ہونا اور ہر طرح کی عزت اور دولت سے محروم ہونا گوارہ ہو اور شکر کے ساتھ گوارہ ہو، پر یہ گوارہ نہ ہو کہ وہ ایمان کی دولت سے محروم ہو

---

(۱) تاریخ الاسلام للذہبی: ۲۹۱/۴۲

(۲) الجواہر المضیئۃ: ۵۲۸/۲

جائے، وہ ارتداد کے راستے پر چل پڑے، مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ اگر وہ خواب میں دیکھ لے کہ اس کا بچہ ایمان سے محروم ہو کر دنیا میں چل پھر رہا ہے، کھا کما رہا ہے تو سوتے سوتے اس کی چیخ نکل جائے، لوگ پوچھیں کہ کیا بات ہے، خیریت ہے؟ تو وہ کہے میں نے خواب میں سید یکھا کہ میرا بچہ وقت کا بہت بڑا سرمایہ دار عہدو دار بن گیا لیکن ایمان سے محروم ہے۔(۱)

حضرت امام محمد بن ادریس الشافعیؒ کا فاقہ میں مکتب کی تعلیم

آپؒ عسقلان میں پیدا ہوئے، یتیم تھے، دو/ دس سال کی عمر میں والدہ مکہ لے آئیں، امام شافعی اپنے زمانہ طالب علمی کے متعلق خود بیان کرتے ہیں کہ: میں یتیم تھا، ماں نے مکتب بھیجا، والدہ میری کفالت کیا کرتی تھیں، مگر گھر میں اتنا بھی انتظام نہ تھا کہ استاذ کی خدمت کی جاتی، خوش قسمتی سے آپ اس پر راضی ہو گئے کہ جب باہر جایا کریں تو لڑکوں کی نگرانی کیا کروں گا، اس طرح جب میرا قرآن ختم ہوگیا تو مسجد میں علماء کے حلقوں میں حاضری دینے لگا، جو بھی حدیث یا مسئلہ سن لیتا فوراً یاد ہو جاتا، میری والدہ اس قدر مفلس تھیں کہ کاغذ کی قیمت بھی نہیں دے سکتی تھی، مجبوراً صاف چمکدار ہڈیاں ڈھونڈتا پھرتا، اور کوئی مل جاتی تو اٹھالیتا اور اس پر لکھنا شروع کر دیتا، تحریر سے بھر جاتی اور جگہ باقی نہ رہتی تو اسے گھر کے ایک پرانے مٹکے میں احتیاط سے رکھ دیتا، اسی طرح میں نے علم حاصل کیا۔

"كنت يتيماً في حِجر أمي فدفعتني في الكتاب ،ولم يكن عندها ما تعطي المعلم ،فكان المعلم قد رضي مني ان اخلفه اذا قام ،فلما ختمت القرآن، دخلت المسجد فكنت اجالس العلماء وكنت اسمع الحديث او المسئلة فاحفظها،ولم يكن عندامي ماتعطيني ان اشتري به قراطيس قط، فكنت

(۱) تکبیر مسلسل: ۴۲۸،۴۴۵

اذا رائت عظماً یلوح آخذہ فاکتب فیہ ،فاذاامتلاطرحتہ فی جرّۃ کانت لناقدیماً۔(۱)

چونکہ میرے پاس معلم کی خدمت کے لیے رقم نہیں تھی،مگر ایسی صورت پیدا ہوگئی کہ معلم اُس کے بغیر پڑھانے پر راضی ہوگیا،معلم بچوں کو کوئی آیت املاء کرواتے تو املاء کے اختتام تک میں وہ آیت حفظ کرلیتا، جب معلم نے یہ دیکھا تو ایک دن کہا کہ میرے لیے جائز نہیں کہ میں آپ سے کوئی اجرت لوں ،بچپن میں میں نے دو چیزیں بڑے اہتمام سے حاصل کی ہیں (۱) تیر اندازی (۲) تحصیل علم،مکہ مکرمہ میں مکتب سے تعلیم کی ابتداء کی،مکہ ہی میں تیر اندازی اور شہسواری کے ساتھ مکتب کی تعلیم میں قبیلہ بنی ہذیل میں رہ کر عربیت اور اشعار عرب میں مہارت حاصل کی،اپنی طالب علمی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ" میں سات سال کی عمر میں قرآن اس طرح یاد کرلیا تھا کہ اس کے معانی ومطلب سے بخوبی واقف ہوچکا تھا، دس سال کی عمر میں ۹/راتوں میں موطاء امام مالک یاد کرلیا ،لوگوں میں نماز کے لیے قرآن کی قرات تیرہ سال کی عمر میں کرنے لگے،ربیع بن سلیمان مرادی کہتے ہیں کہ امام شافعی کو ۱۵/سال کی عمر میں فتویٰ دینے کی باقاعدہ مسلم بن خالد الزنجیؒ کی طرف سے اجازت مل چکی تھی،جبکہ وہ ابھی مکہ مکرمہ میں ہی مقیم تھے۔(۲)

ہمیں پیٹ کاٹ کاٹ کر بھی بچوں کو مکاتب کی تعلیم دینا ہوگا

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ فرماتے ہیں: ہمیں یہ طے کرنا ہے کہ ہم ان مکاتب کو سرکاری مداخلت سے بالکل آزاد رکھیں گے،اوران کا سارا بوجھ ہم خود اٹھائیں گے،ہمیں عیش کوشی ،آرام طلبی کی زندگی کو چھوڑ کر جفاکشی کی زندگی گزارنا ہے،اوراس ملک میں اپنی عزت وآبرو کا تحفظ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے کہ ہم پیٹ کاٹ کر کے یہ مکاتب قائم کریں گے

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ: باب الحض علی استدامۃ الطلب والصبر فیہ: ۴۱۳
(۲) مناقب شافعی للبیہقی :۱/ ۹۴،سیر اعلام النبلاء:۱۰/ ۵۴،مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان

اوران کا بوجھ اٹھائیں گے، اللہ تعالیٰ کی مدد بھی انہیں کو حاصل ہوتی ہے جو خود بھی اس کی راہ میں قربانی دیتے رہیں "ان تنصروا اللہ ینصر کم ویثبت اقدامکم" اپنے یہ مکاتب قائم کرنے کے ساتھ ہمیں ایک مہم بنا کر اس کیلئے بھی بڑی جدوجہد کرنے ہوگی کہ مسلمان بچے ہمارے ان مکاتب ہی میں تعلیم حاصل کریں۔(۱)

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن میں فاقہ کے ساتھ حصول علم

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی طلب علمی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں: میں بچپن کے زمانے میں چند خشک روٹیاں لیتا تھا اور طلب حدیث کے لئے نکل جاتا تھا، بغداد میں نہر عیسی پر بیٹھ جاتا تھا اور ان روٹیوں کو بغیر پانی کے چبا نہیں سکتا تھا، جب بھی میں ایک لقمہ کھاتا تھا اسپر پانی کا گھونٹ پیتا تھا، اور میری ہمت اور خواہش یہی ہوتی تھی کہ میں تحصیل علم کی لذت حاصل کروں۔

"کنت فی زان الصبا آخذمعی أرغفة یابسة، فأخرج فی طلب الحدیث، وأقعد علی نهر عیسی فلاأقدرعلی أکلها الاعندالماء، فکلما أکلت لقمة شربت علیها، وعین همتی لاتری الالذّة تحصیل العلم"۔(۲)

اپنی ضروریات زندگی کی طرح بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام خود ہی کرنا ہوگا

حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا: اگر اپنی آئندہ نسل کو دین وایمان سے وابستہ رکھنا ہے اور ان کو مسلمان باقی رکھنا ہے تو اس کے لیے مسلمانوں کو ایسا ہی انتظام کرنا ہوگا جیسے ان کو اپنی نمازوں اور دینی فرائض کی ادائیگی کے لیے معابد ومساجد اور روح وجسم کے رشتے کو

---

(۱) مکاتب کی اہمیت، اکابر امت کی نظر میں: ۱۱

(۲) صید الخاطر، فصل، ثمرات العلم: ۲۴۸

برقرار رکھنے کے لیے ضروریات زندگی کا انتظام کرنا پڑتا ہے اور اس سلسلے میں وہ حکومت کی کسی امداد کا انتظار نہیں کرتے، اس کے لیے انہیں مساجد میں وعظ وتلقین، گھروں میں اصلاح وتربیت، اور مکتبوں اور مدرسوں میں دینی تعلیم کا انتظام کرنا ہوگا۔ اس کے لیے ان کو سارے ملک میں صباحی وشبینہ مکاتب کا ایک ایسا جال بچھا دینا ہوگا جس سے کوئی قریبی اور کوئی محلہ محروم نہ رہے۔(۱)

اس دور کا مشکل ترین کام کیا ہے؟

حضرت مولانا عبید اللہ خالد صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ ''اس دور کا مشکل ترین کام اپنے بچوں کی صحیح اسلامی خطوط پر تربیت کرنا ہے، ظاہر ہے کہ بچے کھانے پینے کی چیز نہیں جنہیں خراب ہونے سے بچانے کے لئے فریج میں رکھا جائے۔ بچے فقط سونے چاندی کی طرح نہیں ہیں کہ انہیں تجوری میں بند کر کے خطرات سے محفوظ کر دیا جائے۔

یہ بات ضروری ہے کہ بچوں کو تحصیل علم وتجربے کی خاطر گھروں سے باہر نکال کر درس گاہوں میں بھیجا جائے، ان کی جسمانی نشوونما کے لئے انہیں باغات اور میدانوں میں بھیجا جائے، سماجی ضرورت کی خاطر ان کا رشتہ داروں اور احباب سے ملنا جلنا ابتدا ہی سے ہوتا رہے، ان کی ذہنی ترقی کے لئے ان کے ذاتی دوستوں کا وجود ضروری ہے، مگر یہ ضرورتیں ایسی ہی جن کو پورا کرنے کے دوران بچوں کے بگڑ جانے کا پورا پورا اندیشہ باقی رہتا ہے، کیونکہ درس گاہوں میں باغات میں اور سماجی تقریبات میں یہ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ گھلتے ملتے ہیں اور برائی وبا کی مانند پھیلتی ہے، اس پر مستزاد یہ کہ اپنی کم عمری اور ناسمجھی کے باعث یہ بچے ''اچھوں'' اور ''بروں'' میں تمیز بھی نہیں کر سکتے، لہذا والدین کی ساری تربیتی کوششوں پر پانی پھر جانے کا امکان بہرحال موجود رہتا ہے۔

---

(۱) مکاتب کی اہمیت، اکابر کی نظر میں: ۶

اس ساری صورتِ حال کے باعث سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کیا کریں؟

اس سوال کا آسان اور قابل عمل جواب یہ ہے کہ اپنے بچوں کے حق میں اللہ تعالی کے حضور الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرنے کے علاوہ عملی نمونہ اپنی سیرت وکردار سے پیش کیا جائے، اور ایسے اقدامات کئے جائیں جن سے بچوں پر اچھے اثرات پڑتے ہوں، اور برے اثرات سے ان کی حفاظت ہوتی ہو، اور بس!

بظاہر قانونِ خداوندی یہی ہے کہ جو کچھ انسان کے بس میں ہو وہ کر ڈالے تو جو کچھ انسان کے بس میں نہیں ہوتا اسکا انتظام اللہ تعالی فرمادیتے ہیں لیکن یہ انتظام بقدر جذبہ وکاوش ہوا کرتا ہے، جتنی کوشش انسان کی ہوگی اور جتنا اخلاص انسان کے اندر ہوگا، اللہ تعالی کی مدد بھی اسی کے بقدر آئے گی۔(۱)

اولاد کے جسمانی نقصان کا احساس ہے روحانی نقصان کا احساس نہیں!

حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”میں ایک مثال دیتا ہوں کہ ایک لڑکا سڑک کے سائیکل پر جارہا ہے، آگے گہری کھائی ہے، ہم نے دیکھ لیا تو فوراً اتار دیتے ہیں کہ اتر جاؤ! سامنے کھائی ہے، جان نہ بھی جائے تو ہاتھ پیر ضرور ٹوٹ جائیں گے، اسی طرح آج ہمارے سامنے ایک گہری کھائی ہندو دیومالا کی ہے، بت پرستی کی ہے، مسلمانوں کے دلوں میں شرک وبت پرستی کی ایسی گھن ونفرت ہونی چاہئے جیسے پیشاب وپاخانہ سے، بلکہ اس سے زیادہ گھن آنی ضروری ہے، جبکہ یہ تکدّر، یہ تعفّن یہ وحشت دور ہوتی جارہی ہے۔

مشرک اولاد کا مرجانا بہتر ہے

ایک مسلمان کو سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا ہونا تھا کہ کل وہ مشرکانہ عقائد لے کر نہ اٹھے، حضرت خضر علیہ السلام کا ایک بچہ کو قتل کردینے کا واقعہ تشریعی نہیں ہے، اس پر آج

---

(۱) ذوق وشوق، حصہ اول: ۱۰۲

عمل نہیں ہوسکتا (جتنے بچے شرکیہ اعمال سیکھتے جارہے ہیں کہ انہیں قتل کردینے کی اجازت نہیں ہے) مگر یہ قصّہ قرآن میں قیامت تک پڑھا جائے گا، اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان سمجھے کہ خاندان کے لیے فتنہ بننے والا بچہ کتنا منحوس ہوتا ہے، اس لئے اس قصّہ کو قرآن نے جگہ دی کہ تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہ خطرہ کتنا بڑا ہے۔(۱)

بچوں کی تعلیم وتربیت والدین کی اولین ذمہ داری آثار کی روشنی میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اپنے بیٹے کو اخلاق وادب سکھاؤ، تم سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے اس کو ادب سکھایا اور کیا تعلیم دی اور فرماں برداری اور بات ماننے کے سلسلہ میں اس سے سوال ہوگا۔(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچوں کو تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ۔ "علموھم وأدِّبوھم"۔(۳)

نیز آپؓ کا ارشاد ہے: "جس طرح تم پر اپنے والد کا حق ہے اسی تم پر اپنے بچوں کا بھی حق ہے"۔(۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "قرآن کو لازم پکڑلو، خود سیکھو اور بچوں کو سکھاؤ، اس کے بارے میں (مرنے کے بعد) تم سے سوال ہوگا، اس کے ذریعے تم کو ثواب دیا جائے گا، سمجھنے والے کو نصیحت کے لیے اتنی بات کافی ہے۔(۵)

حضرت مصعبؒ بن سعد اور عمرو بن میمون الاودی فرماتے ہیں کہ: حضرت سعد رضی اللہ اپنی اولاد کو یہ کلمات "اللھم انی اعوذ من البخل واعوذبک من الجبن

---

(۱) مدارس ومکاتب سانس کا حکم رکھتے ہیں: ۱۱

(۲) العیال لابن ابی الدینا: ۳۳۴

(۳) شعب الایمان: ۱۱/ ۱۲۷

(۴) الادب المفرد: ۹۴

(۵) فضائل قرآن لابی عبیدہ، ص: ۵۲۔ ۵۳۔

واعوذبک من ان اردالی ارذل العمر وعوذبک من فتنة الدنیا وعذاب الاخرة" ایسے ہی سکھایا کرتے تھے جیسے اساتذہ مکتب کے بچوں کو سکھایا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ : آپ رضی اللہ عنہ ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعہ پناہ مانگا کرتے تھے ۔(۱) روایات میں "کمایعلم المکتب" سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں بچوں کی تعلیم کا اہتمام کیا جاتا تھا اور تعلیم دینے والوں کو "مکتب" کہا جاتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بچوں کو قرآن سکھا رہے تھے، حضرت خبابؓ آ کر ان کے پاس رک گئے اور پوچھا: آپ بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علقمہؓ سے (جو ان سے پڑھ رہے تھے) کہا: پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے پڑھا، اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جو میں جانتا ہوں وہ علقمہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے (حضرت خبابؓ نے اس کو پورا قرآن سکھا دیا ہے۔(۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا : سب سے پہلا بول اپنے بچوں کو "لا الہ الا اللہ" سکھاؤ اور مرتے وقت بھی ان کو "لا الہ الا اللہ" کی تلقین کرو (دنیا سے جاتے وقت آخری بول بھی یہی ہو)۔(۳)

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کا پسندیدہ معمول تھا کہ جب بچہ بولنے لگتا تھا تو اس کو" لا الہ الا اللہ" سات بار پڑھاتے تھے۔" کانو ایستحبو ن ان لیقنو االصبی حین یعرب ان یقول : لا الہ الا اللہ سبع مرات "۔(۴) تا کہ سب سے پہلے یہی بات اس کی زبان سے ادا ہو۔(۵)

---

(۱) سنن ترمذی، حدیث:۳۵۶۸

(۲) تاریخ ابن ابی خیثمہ، ص ۵۳۸: رقم:۱۲۲۱

(۳) شعب الایمان: ۱۱/ ۱۲۸ اس کی سند ضعیف ہے

(۴) غریب الحدیث لابن عبید بن سلام : ۱/ ۱۶۳، دائرہ المعارف العثمانیۃ بحید رابادستہ ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۳ء

(۵) مصنف عبدالرزاق ۴/ ۲۵۷

حضرت ام سلیمؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اپنے بچے انس کو اس طرح پورا کلمہ سکھائیں تھیں کہ ،بیٹا کہو! :لاالہ الااللہ'' کہو ''اشھد ان محمد الرسول اللہ'' ۔اس لئے ''لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ'' پورا کلمہ سکھائیں تو بہت بہتر ہے۔

آپ ﷺ کا خاندان کا کوئی بچہ جب بولنے لگتا تو رسول اللہ ﷺ اس کو سات دفعہ سورۃ بنی اسرائیل کی یہ آخری آیت سکھاتے :

''الحمد اللہ الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا''۔(۲)

حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :اپنے بچوں کو اور گھر والوں کو قرآن سکھاؤ ،اللہ تعالیٰ نے جس مسلمان کے لیے جنت میں جانا طے کیا ہے،اس سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کی سیڑھیوں پر چڑھتا جا، پس اس کو جتنا قرآن آتا ہوگا وہ پڑھتے ہوئے اس حد تک اوپر پہنچ جائے گا۔(۳)

اولاد کو دینی تعلیم نہ دینے والا باپ گویا کہ مردہ ہے

ایک عربی شاعر کہتا ہے :یتیم صرف وہ بچہ نہیں ہے جس کے والد کا انتقال ہوگیا ہو (بلکہ) یتیم وہ بھی ہے جو علم وادب سے محروم رہا ہو۔

لیس الیتیم الذی قدمات والدہ ان الیتیم یتیم العلم والادب (۴)

اس شعر سے ایک نکتہ یہ بھی معلوم ہوا کہ ''جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مدارس ومکاتب میں تو غریب اور یتیم بچے پڑھتے ہیں،انہیں جان لینا چاہئے کہ جن مالدروں کی اولاد دینی تعلیم

---

(۱)طبقات ابن سعد :۱۰/۳۹۶

(۲)مصنف عبدالرزاق :۴/۲۵۷

(۳) سنن سعید بن منصور،فضائل القرآن

(۴)سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکرم،العلم ویب سیٹ

سے نابلد ہے وہ اپنے بچوں کے حق میں مردہ ہیں ،وہ بچے مدرسے کے بجائے اسکول اور کالج کے یتیم بچے ہیں،اور یاد رکھیں!کسی بچے کا باپ حقیقتاً مرجانا کسی کے اختیار میں نہیں ہے اس لئے زیادہ افسوس کا مقام نہیں ہے،مگر زندہ رہ کر اولاد کی تربیت کا نظام نہ کرنا یہ زیادہ افسوس کا مقام ہے۔یعنی مردہ باپ کا یتیم جس قدر قابل رحم ہے اس سے زیادہ زندہ باپ کا بے تربیت بچہ قابل افسوس ہے۔

☆ اہل علم نے یہاں تک کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ باپ کے بارے میں بچوں سے پوچھنے سے پہلے اولاد کے بارے میں باپ سے سوال کرے گا،جس طرح باپ کا بیٹے پر حق ہوتا ہے،اسی طرح بیٹے کا باپ پر حق بھی ہوتا ہے۔(۱)

اگر اس کی دینی تعلیم وتربیت میں اس نے کوتاہی کی تو اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا، جس کا وبال کبھی دنیا میں پڑتا ہے جو اگرچہ حقیقت پر مبنی ہوتا ہے مگر ناقابل برداشت ہوتا ہے اور موت سے زیادہ سخت ہوتا ہے علامہ ابن قیمؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو بات نہ ماننے پر برا بھلا کہا،لڑکے نے کہا :اباجان! آپ نے بچپن میں میرا حق ضائع کیا تو میں نے آپ کے بڑھاپے میں آپ کو ضائع کیا۔(۲)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی

امام نوویؒ نے ''المجموع شرح المہذب'' کے مقدمہ میں امام شافعیؒ کا قول ذکر کیا ہے:امام شافعیؒ اور دیگر اصحاب مذہب نے فرمایا ہے کہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان مسائل کی تعلیم دیں جو بالغ ہونے کے بعد ان کے سامنے آتے ہیں، چنانچہ سرپرست کو چاہئے کہ بچے کو طہارت کے احکام، نماز روزہ وغیرہ سکھائے، نیز زنا، لواطت،چوری،منشیات،جھوٹ،اور غیبت وغیرہ کی حرمت وغیرہ سمجھائے،اور بچوں کو یہ بتائیں

(۱) تحفۃ المولود،ص:۱۸۴

(۲) بچوں کے احکام ومسائل،ص:۲۶۵تا۲۹۹۔فیصل احمد ندوی بھٹکلی۔

کہ بلوغ کی عمر کا کیا مطلب ہے، بالغ کیسے ہوتے ہیں، بلوغ کے بعد کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ تعلیم مستحب ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ واجب ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلوغ کی عمر سے پہلے بچوں کی بنیادی دینی تعلیم، فرائض کا علم، حلال وحرام کی بنیادی معلومات، اور بالغ ہونے کے بعد کے مسائل کا علم، اخلاقی تربیت والدین وسرپرستوں کا اہم فریضہ ہے، اگر سرپرست ووالدین اپنی اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں تو دنیا وآخرت میں اس کا وبال دیکھیں گے، اسلام اور تعلیمات نبوی ﷺ نے براہ راست بچوں کے سرپرستوں کو اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے، جس میں کوتاہی پر باز پرس ہوگی۔

"قال الشافعی والأصحاب رحمهم الله:علی الآباء والأمهات تعليم اولادهم الصغار ما سيتعين عليهم بعد البلوغ،فيعلمه الولی الطهارة والصلاة والصوم ونحوها، ويعرفه تحريم الزنا واللواطة والسرقة، وشرب المسكر والكذب والغيبة وشبهها،ويعرفه أن بالبلوغ يدخل فی التكليف ويعرفه ما يبلغ به،وقيل هذا التعليم مستحب، والصحيح وجوبه"(۱)

لکڑی خشک ہونے سے پہلے سیدھا کردو!

بچپن کی اسی اہمیت کے پیش نظر اسلاف کا مقولہ ہے کہ "جو شخص اپنے بچوں کو ادب وتمیز سکھا دیتا ہے وہ اپنے دشمن کو ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔" یاد رہے کہ "والدین اپنے بچوں کو ادب وسلیقہ مندی سے زیادہ افضل کسی بھی چیز کا وارث نہیں بناتے۔" کیونکہ جب وہ اسے

(۱) مقدمہ المجموع :۱/۵۰؛ بحوالہ: معلم انسانیت کا نظام تعلیم وتربیت :۵۶

ادب سکھا دیتے ہیں تو بچہ اس ادب کے ذریعے مال، مرتبہ، دین دنیا اور آخرت سب کچھ حاصل کرسکتا ہے اور اگر بچے کو مال کا وارث بنایا تو مال تو ضائع ہو جاتا ہے تو پھر نہ اس کے پاس مال رہے گا نہ ادب وکمال، حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا : ''اپنے بچوں کو ادب وتمیز سکھاؤ پھر تعلیم دو۔'' حضرت احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں : ''ادب وسلیقہ مندی عقل کا نور ہے جیسے آگ اندھیرے میں آنکھ کے لیے نور بن جاتی ہے، جو شخص اپنے بچے کو بچپن میں ادب سکھاتا ہے وہ بچہ بڑا ہو کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔'' ''جسے والدین ادب نہ سکھائیں اسے زمانہ ادب سکھا دیتا ہے۔'' بچپن میں ادب سکھانے کا فائدہ ہے جب عمر بڑی ہو جائے پھر ادب سکھانے کا کچھ فائدہ نہیں، گیلی لکڑی جب سیدھی کی جائے تو سیدھی ہو جاتی ہے لیکن خشک لکڑی سیدھا کرنے سے ٹوٹ تو سکتی ہے سیدھی نہیں ہو سکتی۔''

ایک بوڑھے کو تعلیم دینے میں سو بچوں کو تعلیم دی جاسکتی ہے

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ''عقیدے کے بڑے امام ہیں: امام ماتریدیؒ'' فرماتے ہیں کہ ''جتنی دیر میں ایک عمر رسیدہ آدمی کو تعلیم دی جاسکتی ہے اتنی دیر میں سو بچوں کو تعلیم یافتہ بنایا جاسکتا ہے'' عقلی بات بھی ہے کہ کسی چیز کو شروع سے ہی درست بنانے میں اتنی محنت نہیں لگتی جتنی محنت بگڑی اور تیڑی کو درست کرکے بنانے میں لگتی ہے، کیونکہ یہاں دوگنی محنت ہے، ایک غلط کو ختم کرنا، دوسرا صحیح کی تعلیم دینا، جبکہ بچہ خالی کاغذ کی طرح ہے، شروع سے ہی صحیح تعلیم جلد قبول کرلیتا ہے، چنانچہ مشاہدہ بھی ہے کہ بچپن میں جس قدر صحیح تلفظ کے ساتھ جلد بچہ حافظِ قرآن بن جاتا ہے اس سے زیادہ وقت میں عمر رسیدہ کو تجوید سے چند سورتیں سکھانا بھی بہت بھاری پڑتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

امام غزالیؒ نے لکھا ہے : بچہ اپنے والدین کے پاس امانت ہوتا ہے، اس کا دل

ایک صاف ستھرے قیمتی ہیرے کی مانند ہوتا ہے، وہ بے غبار اور شفاف ہوتا ہے، اس کے لوح دِل پر جو نقش کیا جائے وہ پتھر کی طرح نقش ہو جاتا ہے، اس کا دل نرم ہوتا ہے، جدھر اس کو مائل کیا جائے وہ مائل ہو جاتا ہے، اگر اس کو خیر کا عادی بنایا جائے، اچھی تعلیم دی جائے، وہ اس کو جان لیتا ہے، اور اسی سانچہ میں ڈھل جاتا ہے، دنیا وآخرت میں سرفراز ہوتا ہے اس کا اجر والدین، اور استاد ومربی کو بھی ملتا ہے، لیکن اگر بچہ کی تعلیم وتربیت سے چشم پوشی کی جائے، جانوروں کی طرح چھوڑ دیا جائے، اور وہ شر کا عادی بن جائے، تو وہ خود بھی ہلاک ہوتا ہے، اور اس کا گناہ اس کے والدین وسرپرستوں کی گردن پر ہوتا ہے۔

"الصبی أمانة عند والدیه، وقلبه الطاهر جوهر ة نفیسة ساذجة، خالیة من کل نقش وصورة، وهو قابل لکل ما ینقش علیه، وقابل الی کل ما یمال به الیه، فان عود الخیر عَلِمه وعلمه، ونشأ علیه، وسعد فی الدنیا والآخرة، وشارکه فی ثوابه أبواه، وکل معلم له ومؤدب، وان عود الشر، وأهمل اهمال البهائم، شقی وهلک، وکان الوزر فی رقبة القیم علیه، والوالی له"(۱)

اولاد کو دینی تعلیم نہ دینے کا نتیجہ

ابواللیث سمرقندیؒ نے تنبیہ الغافلین میں ایک روایت ذکر کی ہے، اگر چہ روایت سندا ضعیف ہے، تاہم اپنے معنی میں بالکل معقول ہے : حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص ان کے پاس اپنے بیٹے کی شکایت لے کر آیا، کہ میرا بیٹا میرا نافرمان ہے، حضرت عمرؓ نے ان کے بیٹے سے فرمایا : کیا تم اپنے والد کی نافرمانی کرتے ہوئے اللہ سے نہیں

(۱) مقدمہ المجموع ۵۰، بحوالہ المعالم انسانیت کلمات تعلیق بیت: ۵۷

ڈرتے؟ بیٹے نے دریافت کیا، اے امیر المؤمنین! کیا اولاد کا باپ پر کوئی حق نہیں ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا : ہاں ہے، اولاد کا حق یہ ہے کہ ہر والد کو چاہئے کہ اپنی اولاد کی پیدائش کے لئے شریف ماں کا انتخاب کرے، اولاد ہونے پر اچھا نام رکھے، اور اسے قرآن کی تعلیم دے، اس بیٹے نے یہ سن کر جواب دیا : خدا کی قسم! میرے باپ نے نہ تو میرے لئے اچھی ماں کا انتخاب کیا، نہ میرا اچھا نام رکھا، میرا نام ''جعل'' (گندگی کا کیڑا) رکھا ہے، اور نہ ہی مجھے کتاب اللہ کی ایک آیت سکھائی، حضرت عمرؓ نے والد سے مخاطب ہو کر فرمایا، اس کے نافرمان بننے سے پہلے تم نے خود اپنے بیٹے کے حقوق کو ضائع کیا ہے۔

وروی عن عمر رضی اللہ عنہ أن رجلا جاء بابنه اليه، فقال ان ابنی هذا يعقنی، فقال عمر رضی اللہ عنہ للابن؛ أما تخاف الله فی عقوق والدک، فقال الابن يا أمير المؤمنين :أما للابن علی والده حق ، قال :نعم، حقه عليه أن يستنجب أمه، ويحسن اسمه، ويعلمه الكتاب، فقال الابن :أما والله انه ما استنجب أمی، ولا حسن اسمی، سمانی جُعلا، ولا علمنی من كتاب الله آية واحدة، فالتفت عمر رضی اللہ عنہ الی الأب وقال:تقول :ابنی يعقنی فقد عققته قبل أن يعقک''

حضرت شاہ حکیم اخترؒ فرماتے ہیں کہ : بے دین اولاد تو باپ کی عزت نہیں کرتی، نظام آباد میں میرے ایک دوست نے زمینیں بیچ بیچ کر اور بہت مصیبت اٹھا کر اپنے بیٹے کو امریکا سے بہت بڑی ڈگری دلوائی اور اس لالچ میں اس نے بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی بھی نہیں کی کیونکہ سوچا کہ اگر شادی ہو جائے گی تو لڑکے کی تعلیم میں خلل آجائے گا، جب وہ لڑکا پڑھ کر بہت بڑی ڈگری لے کر آیا تو اس کی شادی کر دی، ایک دن میں نے خیریت معلوم کرنے کے لیے ٹیلی فون کیا میں نے کہا کہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے

کہا کہ چولہا جھونک رہا ہوں، روٹی پکا رہا ہوں، میں نے کہا بہو کہاں ہے؟ کہاں وہ دونوں مجھ سے لڑ کر بھاگ گئے۔(۱)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کا ارشاد

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے دن اولاد سے والدین کے حق کے میں بارے سوال کرنے سے پہلے خود والدین سے اولاد کے بارے میں سوال فرمائے گا، جس طرح والدین کا بیٹے پر حق ہوتا ہے، ویسے ہی اولاد کا والدین پر حق ہوتا ہے، جو اپنے بچہ کی تعلیم وتربیت کا خیال نہ رکھے، اور مفید تعلیم نہ دے ،بچوں کو ایسے ہی چھوڑ دے، اس نے انتہائی برا کام کیا ہے، اکثر بچے اس لئے بگڑ جاتے ہیں کہ والدین نے ان کی تربیت کی فکر نہیں کی، ان کو فرائض دین اور سنت کا علم نہیں سکھایا، سرپرست بچوں کو بچپن میں ضائع کر دیتے ہیں، تو بچے بڑے ہو کر والدین کے کام نہیں آتے، کسی نے اپنے بیٹے کو نافرمانی پر تنبیہ کی، تو بیٹے نے برجستہ جواب دیا؛ آپ نے بچپن میں میری فکر نہیں کی، میرے حقوق کو ضائع کر دیا، اب میں آپ کا نافرمان بن گیا تو میرا کیا قصور!۔

”قال بعض أهل العلم :ان الله سبحانه وتعالى يسأل الوالد عن ولده يوم القيامة،قبل أن يسأل الولد عن والده،فانه كما أن للأب على ابنه حقا، فللابن على أبيه حقا،... فمن أهمل تعليم ولده ما ينفعه وتركه سدى،فقد أساء غاية الاسائة، وأكثر الأولاد جاء فسادهم من قبل الآباء،واهمالهم له، وترک تعليمهم فرائض الدين وسننه،فأضاعوهم صغارا

(۱)اولاد کو دین نہ سکھانے کا وبال: ۲۲

فلم ينتفعوا بأنفسهم،ولم ينفعوا آبائهم كبارا،كما عاتب بعضهم ولده على العقوق،فقال :يا أبت انک عققتنی صغيرا،فعققتک كبيرا،وأضعتنی وليدا فأضعتک شيخا"
(۱)

والدین جیسی تربیت کرتے ہیں ویسے ہی نتائج مرتب ہوتے ہیں،حضرت عطاء بن سائبؒ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ اپنے بیٹے سے ناراض ہو گئے،اورانہوں نے بیٹے سے بات کرنا ترک کر دیا،حضرت احنف بن قیسؒ نے فرمایا :اے امیر المؤمنین! ہمارے بچے ہمارے جگر گوشے ہیں،اور ہمارے پشت پناہ ہیں،ہم ہی ان کے لئے سایہ آسماں اورگہوارۂ ارض ہیں،اگر وہ ناراض ہوجائیں،تو آپ انہیں راضی کریں،اگر وہ آپ سے کچھ مانگیں تو آپ انہیں عطا کریں،اگر وہ نہ مانگیں تو ازخود انہیں اپنی طرف سے عطا کریں،وہ آپ کے لئے اپنا خلوص نچھاور کریں گے ،اور آپ سے ہمیشہ محبت کریں گے،آپ کی ان کی طرف تیکھی نظر سے نہ دیکھیں،آپ ان کے لئے سخت گیر نہ بنیں،کہ وہ آپ کی موت کی تمنا کرنے لگیں،اور آپ سے وحشت محسوس کرنے لگیں، اورآپ کی زندگی سے اکتا جائیں۔

"عن عطاء بن السائب رضی اللہ عنہ قال :غضب معاوية رضی اللہ عنہ على ابنه،فهجره،فقال له الأحنف بن قيس رضی اللہ عنہ:يا أمير المؤمنين! أولادنا ثمار قلوبنا،وعماد ظهورنا،ونحن لهم سماء ظليلة، وأرض ذليلة،ان غضبوا فارضهم،وان سألوا فأعطهم،وان لم يسألوک فابتدئهم،يمنحوک ودهم،ويحبوک دهرهم، ولا تنظر اليهم شزرا،ولا تكن عليهم ثقيلا،فيتمنوا وفاتک

(۱) معلم انسانیت کا نظام تعلیم وتربیت:۵۸

،ویکرھوا اقربک،ویملوا حیاتک"(۱)

اولاد کو بے دین بنا کر مریں گے تو نیک اعمال بھی کام نہ آئیں گے

حضرت مولانا علی میاںؒ فرمایا :ایک مسلمان ماں باپ کو اپنے بچے کے بارے میں اس تصور سے کہ وہ بھی اسلام کی دولت سے محروم ہو جائے گا، وہ بھی ارتداد کے راستے پر پڑ جائے گا، اتنا ڈرنا چاہیے کہ وہ پریشان ہو جائے، راتوں کی نیند اڑ جائے، اس کا دم نکل جائے جیسے کہ ایک بڑا بلب جل رہا ہو اور اس کے بچے کو اس میں پھینکا جا رہا ہو، اس تصور یا اس منظر کو کوئی ماں اور کوئی باپ برداشت نہیں کرسکتا، بے ایمان کا ادنی درجہ ہے اور اگر اتنا بھی نہیں ہے تو بھی اپنے اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے، ہم کتنی بھی نمازیں پڑھ لیں، تسبیحات میں مشغول رہیں، چاہے جتنی مسجد بنائیں، کتنا ہی صدقہ خیرات کرلیں بلکہ میں اور آگے بڑھ کر یہاں تک کہتا ہوں کہ دس دس حج کر چکے ہوں اور ہم نے کوئی عربی مدرسہ بھی قائم کر رکھا ہوا ور بڑے علما اور بزرگوں کے معتقد بھی ہوں، لیکن اس کے ساتھ ہم اس کو بھی گوارا کرتے رہیں، اس امکان کو تسلیم کرتے رہیں کہ ہمارا بچہ اسلام سے بالکل محروم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں اس کو بڑی تنخواہ ملے گی، وہ بڑے عہدے پر فائز ہوگا، تو میں دین کے طالب علم کی حیثیت سے صاف کہتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ نیکیاں کام نہ آئیں گی، آپ کے اعمال آپ کو بخشا نہیں سکیں گے۔(۲)

ایمان دار ماؤں کی گود سے بچے چھینے جا رہے ہیں

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا :اگر کسی ماں کی گود سے بچہ چھین لیا جائے تو کہرام کیا جاتا ہے، لوگ دوڑ پڑتے ہیں، پوری بستی میں ہنگامہ ہو جاتا ہے اور یہ ڈر ہو جاتا

---

(۱) معلم انسانیت کا نظام تعلیم وتربیت: ۶۰
(۲) تکبیر مسلسل: ۴۴۲

ہے کہ کہیں فساد نہ ہو جائے، اس وقت ایماندار ماؤں کی گود سے نہایت اطمینان سے بچے چھینے جارہے ہیں، لیکن ہمیں اس کا احساس تک نہیں۔(۱)

یاد رکھیں! مائیں اگر مکتب نہ بھیجیں، اور مسجد کے احباب بچوں کے ساتھ نرمی نہیں کریں گے اور نہ قریب کریں تو وہ اس بات پر راضی ہو جائیں کہ یہ بچے چبوتروں کے حوالے ہو جائیں، رات کے آوارہ، دن کے عیاش، فون اور غلط محبتوں کے دلدادہ ہو جائیں، ان چھوٹے بچوں کے ساتھ نرمی کرو! یہی مستقبل میں مسلمان ونمازی ہیں، مستقبل کے اسلام کے علمبردار ہیں۔

دینی تعلیم وتربیت کے بغیر حالات درست نہیں ہو سکتے

ایک حقیقی مسلمان کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ مٹا دینے پر آمادہ ہوسکتا ہے، لیکن متاع ایمان کا سودا کرنے پر کسی قیمت پر آمادہ نہیں ہوسکتا، مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے ایک موقع پر اس موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''اس آدھی رات کو جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جس میں جھوٹ بولنے والا جھوٹ بولنے سے ڈرتا اور پناہ مانگتا ہے، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دن آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ کو ایمان سب سے بڑھ کر عزیز ہے، ایمان کے بغیر بچوں کا جینا آپ کو مطلوب نہیں، اس وقت سے آپ کے حالات میں تبدیلی آجائے گی اور مشکلات کے پہاڑ اللہ کے حکم سے ہٹ جائیں گے، ایمان وعقیدہ کے تحفظ کے بغیر اور اس بات کے اطمینان کے بغیر ہماری آئندہ نسل بھی مسلمان رہے گی، ہم ایک منٹ بھی زندہ رہنا نہیں چاہتے اور یہ تحفظ اور یہ انتظام ہمارے لیے پانی اور بجلی کی سپلائی، راشن کی دکان، حفظانِ صحت اور علاج کی سہولتوں اور جان ومال کی حفاظت سے بھی زیادہ عزیز ہے''۔(۲)

---

(۱) تکبیر مسلسل: ۳۸۳

(۲) (سیاست، August 19, 2018)

بچپن میں تربیت کے بجائے جوانی میں تربیت کی مثال

سماج کا بڑا حصہ مسلم نوجوانوں کی تربیت پر زور دیتا ہے، جبکہ تربیت کا زمانہ بچپن کا زمانہ ہے، بچپن میں بچوں کا ذہن سادہ ہوتا ہے، عادات پختہ نہیں ہوتے، جوان ہوتے ہی ان کی عادتیں جہاں پختہ ہوجاتی ہیں وہیں ان کے دماغ پر بہت ساری تحریریں رسم ہو چکی ہوتی ہیں۔

معاشرہ کے دو سے تین فیصد بچے ہی مدارسِ اسلامیہ کا رخ کرتے ہیں باقی یا تو عصری درسگاہوں میں داخل ہوتے ہیں یا تعلیم سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں، اور عصری درسگاہیں زیادہ تر غیر قوم کے افراد چلاتے ہیں جو نصاب، نظامِ تعلیم اور ماحول کو یا تو اپنے مذہب کے موافق رکھتے ہیں یا پھر لادین رکھتے ہیں، بہت کم مسلم اسکول ہیں جہاں اسلامی جھلک پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے ایک پوری نسل بے دین ماحول میں پرورش پا کر دین بیزار معاشرہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے، بے دین ماحول میں پروان پانے کے بعد اصلاح وتربیت کے جو اقدامات مصلحین کے جانب سے ہوتے ہیں ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ندی کا بندھ ٹوٹنے کے بعد شہری انتظامیہ کی طرف سے پانی کو روکنے کی ناکام کوشش کریں۔ جبکہ مسلمان خواہ دنیا کے کسی گوشہ میں ہوں اگر مذہبی انتساب کے ساتھ دینی روح سے محروم ہوجائیں تو ان کا وجود خطرہ میں پڑ جائے گا خصوصا ایسے ملک میں جہاں دوسری قومیں ان سے زیادہ تعداد میں بس رہی ہیں اور وہ ان کے مقابلے میں اقلیت میں ہوں۔

سطحی معلومات کو دینی تعلیم سمجھنا ظلم ہے

جو بچے عصری درسگاہوں کا رخ کرتے ہیں وہ ابتدائی دینی تعلیم سے نابلد ہوتے ہیں، مجہول طریقہ سے قرآن کی تلاوت، دو تین سورتوں ناقص حفظ، تین چار دعاؤں کے

آدھے ادھورے یاد داشت کو بنیادی دینی تعلیم کا نام دینا یقیناً بڑی ناانصافی اور ظلم بلکہ دین کے ساتھ مذاق ہے۔

دیہاتوں میں بے دینی کا حال اور حل

شہروں میں پھر بھی علماء اور داعیوں کی محنتیں ہیں، دینی پروگراموں میں شرکت کا موقع مل جاتا ہے، مگر دیہاتوں میں آباد مسلمانوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے اکثر دیہاتوں میں غیر مسلم آبادی کا تناسب زیادہ ہوتا ہے، دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے بنیادی باتوں سے بھی ناواقف ہیں، اپنی تہذیب کھو کر غیروں کے تہوار کو خوشی سے اپنا لیتے ہیں، سینکڑوں دیہات عیسائیت اور قادیانیت کی زد میں ہیں، کہیں مسجد نہیں مگر عاشور خانے ہیں، نماز نہیں ہوتی مگر محرم دھوم دھام سے منایا جاتا ہے، کہیں مسجد ہے مگر تالے لگے ہوئے ہیں، نہ کوئی مؤذن نہ امام، کئی مساجد میں رات ہوتے ہی شراب پی جاتی ہے، کہیں عشاق اپنی بدکاری کا اڈا بنائے ہوئے ہیں، بعض دیہاتوں میں مسلمانوں کے گھروں میں ہنومان وغیرہ کی تصاویر ہیں، کہیں مسلمان مندروں میں پوجا کرنے اور مرادیں مانگنے چلے جاتے ہیں، ایک گاؤں میں لوگ کتے کی فاتحہ کرتے ہیں، کتے کو مسجد میں لا کر منبر پر بٹھا کر گلے میں ہار پہناتے ہیں، کھانے پر فاتحہ پڑھ کر اولاً کتے کو کھلاتے ہیں، بچا ہوا بطور تبرک لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں، (العیاذ باللہ) بعض دیہاتوں میں صرف جمعہ وعیدین کی نماز ہوتی ہے، پنج وقتہ نماز کو وہ جانتے تک نہیں، کہیں مسجد کے امام ومؤذن کی تنخواہ مسجد میں جمع رقم کو سود پر دیکر آنے والے انٹرس (سود) سے دی جاتی ہے، کہیں تنخواہ دینے کی طاقت نہیں تو قادیانی امامت پر راضی کہ امامت، مؤذنی، صفائی، مکتب کی تعلیم، گھروں کی خدمت، تجہیز وتکفین، نکاح خوانی سب مفت میں ہو جاتا ہے، اصلاح کی جتنی بھی محنتیں ہو رہی ہیں، سب قابل قدر ہیں مگر کافی نہیں ہیں۔

اس بے دینی کے کئی وجوہات ہیں ان میں سے دو اہم سبب یہ ہے کہ، احساس

وشعور کا فقدان کہ انہیں خود نہیں معلوم کہ انہیں کیا کرنا چاہئے، دوسرا غربت وافلاس، اسباب تعلیم کی فراہمی کا نہ ہونا، امام ومؤذن کو تنخواہ دے نہیں سکتے، بچوں کی کتابیں وغیرہ خریدنا مشکل، وغیرہ، ایسے میں قادیانی دینی خدمت کے بہانے، اور عیسائی دینی ودنیوی خدمت کے بہانے ایمان وآخرت لوٹ لیتے ہیں، ایسے موقع پر اہل ثروت کی توجہ عیسائیت کی زد میں اہل علم کی توجہ قادیانیت کی زد میں ہونا نہایت ضروری ہے، شہروں میں جس قدر تعاون کی شکلیں جاری ہیں وہی دیہات میں جاری کی جائیں، ائمہ کی تنخواہ مسجد کے اخراجات، مکاتب کا خرچ مشترکہ طور بھی برداشت کیا جاسکتا ہے۔

عیسائی مشنریز اسکولوں کی تعلیم ایک ایمان کش ہتیار ہے

حضرت مولانا سید احمد ومیض صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ ”کانوینٹ اسکول عیسائی مشنریوں کے وہ ہتھیار ہیں جن کے ذریعہ مشنریاں عیسائیت کا جال پھیلا رہی ہیں، ہم جانتے ہیں کہ تعلیم عیسائی مشنریوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا ایک اہم حصہ ہے، یہ مشنریاں دنیا بھر میں عیسائی کلچر کو عام کرنے بالخصوص مسلم خاندانوں میں اسلامی تشخص کے خاتمہ کے لیے تعلیم کا حربہ استعمال کرتی ہیں، ایک رپورٹ کے مطابق ۹۸ ہزار ۷۲۰/ سے زائد مشنری اسکول ہیں، جہاں مسلم بچوں کا برین واش (دماغ) کیا جاتا ہے، ایک عرب مصنف کے بیان کردہ اعداد وشمار کے مطابق اس وقت ۵۰/ لاکھ سے زائد عیسائی مبلغین دنیا کے مختلف علاقوں میں عیسائیت کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں، ذرائع ابلاغ کی مدد سے منعقد ہونے والی کانفرنسوں میں جو حکمت عملی عیسائی مشنریوں نے طے کی تھی اسے ویٹیکن سٹی کی ایک مجلس نے اپنے اعلامیہ میں شائع کیا ہے، اسے اعلامیہ میں جہاں عیسائی مبلغین کو میڈیا کے تمام ذرائع کے استعمال پر زور دیا گیا وہیں اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ ایسے اسکولس، کالج اور یونیورسٹیاں قائم کی جائیں جہاں طلبہ کی تربیت اور ذہنی نشونما کلیسا کی تعلیمات کے مطابق ہو، تعلیم کے ذریعہ عیسائی مشنریوں کی مہم کا بنیادی مقصد مسلمان بچوں کو عیسائی بنانا نہیں ہوتا بلکہ

ان کی ایسی ذہن سازی مقصود ہوتی ہے کہ مسلمان بچے اگر عیسائی نہ بنیں تو کم ازکم مسلمان بھی نہ رہیں اور اسلام کے تعلق سے بے اعتمادی کا شکار ہو جائیں، چنانچہ اس کی تائید مشہور مبلغ زوئمر کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو اس نے ۱۹۳۲ء میں القدس میں منعقدہ ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کئے تھے، اس نے کہا کہ ہم اگر مسلمانوں کو عیسائی نہ بھی بنا سکیں تو اتنا ضرور کریں کہ ان کو اسلام سے نکال دیں اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان کے دلوں میں اسلام کے عقائد کے بارے میں شکوک وشبہات ڈال دیں، اس وقت پوری دنیا اور بالخصوص مسلم ممالک میں بڑی چالاکی کے ساتھ ان مشنریوں نے اپنے تعلیمی اداروں کا جال پھیلا دیا ہے، ایک رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں عیسائی اسکولوں اور اداروں میں سب سے زیادہ مسلمان طلبہ زیرِ تعلیم ہیں، چنانچہ کہا گیا ہے کہ عیسائی اسکولوں میں زیرِ تعلیم مسلم طلبہ کی تعداد ۳۱۰۰ رملین ہے۔

شہر کے جوانوں کی راتیں

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ”حیدرآباد اور اس جیسے بڑے شہروں میں مسلمان نوجوانوں کی راتیں کس قدر بدتر گذرتی ہیں، پولس کو بالخصوص مسلم محلّوں کا سروے کرتے رہنا پڑتا ہے، رات دیر تک شرارت میں رہنے والوں کو پکڑ کر فینشن ہالوں میں بند کر دیتے ہیں، صبح والدین کو بلوا کر تنبیہ کرتے ہیں کہ ”کیا صرف بچے جنم دینا کافی ہے، تربیت کرنا نہیں آتا، رات میں بچے کہاں ہیں اس کی فکر نہیں ہوتی، اپنی اولاد کو سمبھالو، اگر جھگڑے ہو گئے، قتل ہو گیا کون بچا سکے گا؟“ ایسے طعنے مسلمان والدین کو کافر پولس کی طرف سے ملتے ہیں، ایمان والوں کو بے ایمان لوگ صبح وشام کے آداب سکھاتے ہیں، کیا یہ شرم سے ڈوب مرنے کی بات نہیں ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہیں بچپن میں مکتب کی تعلیم، دینی مزاج نہیں دیا گیا، اسلامی آداب سے آراستہ نہیں کیا گیا، والدین اور علماء کی تربیت کے جب موقع تھے تب تربیت کا نظام نہیں بنایا گیا تو آج جوانی میں بے ایمانوں

سے تربیت لینی پڑ رہی ہے''۔اور آج یہ منظر دیکھ کر سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

کیا یہ حالات بیدار کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں؟

انسان کی تمام اندورنی قوتیں اور جذبات خارجی محرکات وعوامل کے محتاج ہوتے ہیں،ان کی مثال سوئے ہوئے انسان کی سی ہوتی ہے،جو اگر چہ زندہ ہے مگر حرکت کے لیے کسی بیدارکن آواز کا محتاج ہے،آج کے واقعات وحادثات ہماری تنبیہ اور غفلت کو دور کرنے کے لیے ہیں،اسے محسوس کیجیے اور حرکت وعمل کے لیے تیار ہو جائے۔(۱)

اولاد کو تعلیم وتربیت کا ماحول دینا ضروری ہے

نیک اولاد دین ودنیا کا بہترین سرمایہ اور آخرت کا بیش قیمت ذخیرہ ہے،اگر ان کی تعلیم وتربیت سے غفلت برتی گئی یا ان کی پرورش غلط بنیادوں پر کی گئی تو ایسی اولاد نہ صرف یہ کہ والدین کے لئے ہی تباہی وبربادی کا سبب بنے گی،بلکہ ملک وقوم اور دین ومذہب کو بھی رسوا کرے گی،اس لئے شریعت مقدسہ نے اولاد کی اخلاقی،مذہبی،دینی،ہمہ قسم کی تعلیم وتربیت کا صحیح اور اعلیٰ انتظام کرنا ماں باپ کی ذمہ داری قرار دیا ہے اور ہر صاحب خانہ پر اپنی اولاد کی دینی تربیت اور اچھے اخلاق سکھانے کا فرض عائد کیا ہے،اس لئے کہ بچپن میں جس قسم کی تربیت ہو جاتی ہے،بڑا ہو کر آدمی اسی پر قائم رہتا ہے اور جو شخص جس روش اور عادت پر جوان ہوتا ہے،اسی روش اور عادت پر بڑھاپے تک قائم رہتا ہے،اگر اولاد کو بچپن میں ہی غلط ماحول،غلط سوسائٹی اور غلط راستہ پر ڈال دیا گیا تو جوان ہو کر بھی وہ اُسی غلط راستہ اور غلط روش کا انتخاب کرے گی۔اب اس کو راہ راست پر لانا نہایت کوشش کے باوجود دشوار ہوگا اور سوائے تباہی وبربادی کے ان سے کسی خیر کی توقع اور امید رکھنا عبث ہوگا،یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اولاد کی اچھی تربیت کو بہترین عطیۂ الٰہی فرمایا ہے۔(۲)

---

(۱) مکاتب کی اہمیت اور احساسِ ذمہ داری: ۴

(۲) بینات: شوال المکرم 1433ھ-ستمبر 2012ء

مکاتب ہماری زندگی کا حصہ ہیں

جو چیز جتنی ضروری ہے اتنی ہی سستی اور عام دستیاب ہوتی ہے، جیسے ہوا، پانی مٹی، روشنی اور آکسیجن وغیرہ، اسی طرح ائمہ کرام، علماء عظام، مدارس ومکاتب اور قرآن مجید و دینی تعلیم وغیرہ بھی عام ہیں، مگر جس طرح روٹی، کپڑا، مکان ہر شخص کی ضرورت ہے، بجلی، پانی، روڈ، دواخانہ، اور اسکول ہر گاؤں کی ضرورت ہے، ڈاکٹر، وکیل، اور انجینئر ہر قوم کی ضرورت ہے، پولس، فوج، عدلیہ وغیرہ ہر ملک کی ضرورت ہے اسی طرح مکتب، مدرسہ، مسجد، مولوی ہر فرد، ہر گاؤں، ہر قوم اور ہر ملک کی ضرورت ہے۔

مکتبی تعلیم نہ ہونے کا نقصان

مکاتب کا کام "ماتعبدون من بعدی" کا جواب ہے، یعنی توحید کی پختگی، مکتب کی تعلیم اگر بچوں کو بچپن میں نہیں ملے گی تو بچہ شیرخورمہ کے جگہ "پرشاد" اور "دعا" کی جگہ "آشرواد" بولے گا، نیز رمضان سے زیادہ "دیوالی اور "ہولی" اور عید کے بجائے تہوار میں دلچسپی لے گا۔ مکتب وہ جگہ جو گھر، محلہ اور اسکول کے ماحول کو فلٹر کرتا ہے، یہاں اچھے اور برے بھی ہوتے ہیں مگر مکتب سے فلٹر ہو کر اچھے ہی اچھے نکلیں گے، اس لئے مسلمان کو صرف اسکول کا اسٹانڈرڈ نہیں دیکھنا ہے، بلکہ ایمان کی حفاظت ہر منفعت پر مقدم ہے، ہم جاہل رہ سکتے ہیں، فاقہ برداشت کر سکتے ہیں، مزدوری کر کے زندگی گذار سکتے ہیں، لیکن ایمان پر کوئی آنچ آنے نہیں دیں گے۔ ان شاء اللہ۔

دینی ذہن سازی کے بغیر، کوئی سرکاری اسکیم کامیاب نہیں کر سکتی

مفکر اسلامؒ نے ہی فرمایا تھا: ہر جگہ مکاتب اور جزء وقتی مدارس ہونا چاہئے، اس لئے کہ جب انقلاب آئے تو ان گاؤں دیہاتوں تک پہنچتے پہنچتے اپنی موت آپ مر جائے گا"۔

ہر مسلمان عصری تعلیم حاصل کر رہے بچے کو ان جزء وقتی مدارس اور صباحیہ وعشائیہ مکاتب میں دینی تعلیم کا نظم ضرور کرنا چاہئے، کہ ان کی پرورش و پرداخت دینی مزاج اور دینی رخ پر ہو، یہ ملحد اور دہریہ نہ بن جائیں، یہ خدا کی خدائی کے منکر، رسول کی رسالت سے بیگانہ اور شریعت کی تعلیمات سے نا آشنا نہ رہ جائیں۔

حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : بیک اور بنیادی تعلیم کا انتظام مسلمان اپنے بچوں کے لیے خود کریں، اس کے لیے مکاتب و مدارس قائم کریں، جن میں اردو اور عقائد و بینات کی ابتدائی تعلیم ہو اور مسلمان بچوں کے ذہن میں اسلامی نقوش ثبت ہو جائیں ۔(تکبیر مسلسل)

اگر اولاد کے لئے دینی تعلیم کا انتظام نہیں کیا گیا تو نسل کا حال کیا ہوگا؟

ہم نے ان تعلیمات کو چھوڑ کر اپنی اولاد کو صرف اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخل کرایا' جہاں لارڈ میکالے کا نصاب پڑھایا جاتا ہے، جہاں اسلامی عقائد پر کاری ضرب لگائی جاتی ہے، جہاں دین سے دوری نفرت و بیزاری اور اسلام کی ہر بات میں تشکیک وتذبذب کا درس دیا جاتا ہے، ان تعلیم گاہوں میں مسلم نوجوانوں اور خواتین کی صورت وسیرت، وضع وقطع، اخلاق و معاشرت، تہذیب وثقافت کے تمام زاویے ہی بدل کر رکھ دیئے گئے اور مادیت کا اتنا درس دیا گیا کہ آج کا نوجوان اپنے ملک کے بجائے اغیار کے ممالک میں رہنے کو ترجیح دیتا ہے اور ایک مسلمان کے لئے اس وقت مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں، جب اس کی اولاد جوان ہو جاتی ہے اور وہ اس تہذیب میں ڈھلنے لگتی ہے جس کو اس کے والدین نے پسند نہیں کیا تھا۔ اب ایسا مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ میں نے یہاں آ کر دنیا تو کمالی، لیکن اپنی اولاد کی عزت و ناموس اور شرم وحیا کو داؤ پر لگا دیا۔

یہ بات بڑی عجیب ہے کہ ہمارے مقتدر قوتوں کا ذہن اس طرح بنا دیا گیا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بات یا کوئی طور طریقہ جو اہلِ مغرب سے منسوب ہو، وہ چاہے کتنا ہی کمزور کیوں

نہ ہو وہ تو قابل قبول ہے، لیکن جو بات مسلمانوں سے نسبت رکھتی ہو اور قرآن وسنت سے منسوب ہو، وہ چاہے کتنا ہی واضح، بامقصد، فائدہ منداور روزِ روشن کی طرح عیاں ہو اُس کا انکار کر دیا جائے اور اُسے قبول نہ کیا جائے۔

بچپن کی تعلیم سے محرومی کا نتیجہ

بچہ جب مکتب کی ابتدائی تعلیم ہی سے دور رہتا ہے تو اس کا کیا نتیجہ اور انجام ہوتا ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، امام سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے: خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے صاحبزادے ولید کیلئے لاڈ و پیار کی وجہ سے بچپن میں مکتب کی تعلیم کیلئے کوئی معلم ومؤدب مقرر نہیں کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ علم سے بہت دور رہا، ایک دن عبدالملک غمگین بیٹھا سوچ رہا تھا کہ میں عربوں پر کس کو حکمراں بناؤں؟ روح بن نباع موجود تھے، انہوں نے کہا کہ: اے امیر المومنین! صاحبزادہ ولید تو موجود ہے ہی، عبدالملک نے کہا کہ: وہ ادب سے اچھی طرح واقف نہیں ہے، جب اس کی خبر ولید کو ہوئی تو فوراً عربی کے اساتذہ کو جمع کیا اور ایک کمرہ میں ان سے چھ ماہ تک تعلیم حاصل کرتا رہا، اور فارغ ہو کر نکلا تو پہلے سے زیادہ جاہل تھا "ثم خرج وھو اجھل مما کان"، یہ دیکھ کر عبدالملک نے کہا کہ: وہ معذور ہے، مکتبی تعلیم حاصل نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ولید بن عبدالملک خلیفہ ہونے کے بعد بھی عربی میں فحش غلطیاں کرتا تھا۔(۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد میں خالد بن عبداللہ بن عمرو نے بچپن میں قرآن کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی، بچپن میں قرآن نہ سیکھنے پر خلیفہ یزید بن عبدالملک نے حکم دیا کہ ان کو مکتب میں داخل کیا جائے تاکہ بچوں کے ساتھ قرآن پڑھیں، اس پر ان کو اتنا رنج ہوا کہ مکتب میں جانے کے بعد انتقال کر گئے۔(۲)

---

(۱) تاریخ الخلفاء لسیوطی: ۱۷۸، مکتبہ السعادۃ، مصر۔

(۲) انساب العرب: ۸۳

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں : "اکثر لوگ بچپن میں تربیت کا اہتمام نہیں کرتے ہیں، یوں کہہ دیتے ہیں کہ ابھی تو بچے ہیں؛ حالانکہ بچپن ہی میں عادت پختہ ہوجاتی ہے، جیسی عادت ڈالی جاتی ہے وہ اخیر تک رہتی ہے اور یہ وقت ہے اخلاق کی دُرستگی کا اور خیالات کی پختگی کا"۔

درحقیقت بچپن میں مکتبی تعلیم سے محروم رکھنا اپنی نسل کا اسلام سے رشتہ توڑ دینا ہے، مذکورہ واقعات میں تو صرف جان گئی، مگر موجودہ حالات تو ایمان لیوا ہیں، اسلامی تشخص ختم ہوجائے گا، بالخصوص مسلم اقلیت علاقوں کا معاملہ بہت ہی ناگفتہ بہ ہے۔

دینی تعلیم کے بغیر دنیاوی تعلیم گناہ اور اپنے مذہب سے بغاوت ہے

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ فرماتے ہیں کہ "قوموں کے اجتماعی فیصلوں نے دنیا کے نقشے اور قوموں کی تقدیریں بدل دی ہیں، آج جس چیز کی ہم کو سب سے زیادہ ضرورت ہے اور جو تمام موانع اور رکاوٹوں پر غالب آسکتی ہے، وہ ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی دینی تعلیم کو ہر تعلیم پر مقدم رکھیں گے اور بغیر اس ضروری تعلیم کے جس سے وہ اپنے پیدا کرنے والے کو، اپنے پیغمبر کو اپنے عقیدے اور اپنے فرائض دینی کو پہچان سکیں، خالص رواجی یا معاشی تعلیم دلانا گناہ اور اپنے مذہب سے بغاوت سمجھیں، اگر ہمارا یہ فیصلہ ہے اور ہم اس میں سچے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت، کوئی ترغیب، کوئی مصلحت، کوئی تعزیر ہم کو اس صراط مستقیم سے ہٹا نہیں سکتی اور ہماری نسلوں کو اسلام کی نعمت سے محروم نہیں کرسکتی اور اگر ہمارا یہ فیصلہ نہیں ہے تو حکومت کی کوئی رعایت، کوئی استثناء، کوئی تحفظ، کوئی انتظام ہم کو اس فساد والحاد اور اس انحراف وارتداد سے بچا نہیں سکتا، جس کی طرف دنیا تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ جو قومیں اپنے بارے میں فیصلہ نہ کرسکیں اس کی کوئی مدد نہیں کرسکتا، اور جو قومیں خود فیصلہ کرلیں اس کے فیصلے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔(۱)

---

(۱) تبیر مسلسل: ۱۵۶

اسکولی طلبہ کی دینی بدتری

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: حیدرآباد کی ایک ڈاکٹروں کی تنظیم نے اسکول وکالج پڑھنے والے بچوں کا سروے کیا تو اتنی افسوس ناک رپورٹ سامنے آئی کہ ''اسّی فیصد بچے اور بچیاں ایسی ہیں جنہوں اب تک قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں پڑھا، بلکہ انہیں قرآن مجید چھونے کا بھی اتفاق نہیں ہوا ہے، اور مسلم مینیجمنٹ کے تحت چلنے والے اسکولوں کے صرف پانچ فیصد بچے ہیں مکمل ناظرہ قرآن ختم کر پائے اور ان میں بھی تجوید سے پڑھنے والے بمشکل ایک فیصد ہی تھے، ایک طرف دشمن ایمان پر حملے کرنے کی مکمل تیاری کر چکے، اور اس کے حملے سے کئی مرتد بھی ہو چکے اور ہماری سرد مہری کا یہ عالم کہ بنیادی دینی تعلیم سے بھی اپنی نسل کو آراستہ کرنے کے عزائم نہیں ہیں۔

تین سال کے بچے کا حال

حضرت مولانا مفتی سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ''اگر ان بچوں کی دینی ذہن سازی نہ کی جائے تو ان کے ذہن میں اسلامی تعلیمات سے نفرت پیدا کر دی جائے گی، شکوک وشبہات بھر دئے جائیں گے، جمعیت کا ایک تعلیمی بیداری کا پروگرام چل رہا تھا، ایک آدمی اپنے بچہ کو لے کر آیا، اور کہنے لگا میرے بچے کو مدرسہ میں داخل کرلیں، مدرسہ کے مولانا کہنے لگے ابھی نہیں شوال میں داخلہ ہوگا، وہ کہنے لگا: نہیں ابھی داخل کرلیں، میں اس کو شہر کی مہنگی اسکول میں داخل کیا، چند دن سے عجیب عجیب باتیں کرنے لگا، ایک دن اپنی ماں سے کہنے لگا: گھر میں گوشت نہ پکاؤ! جانوروں کو مارنا ظلم ہے، جبکہ اس بچہ کی عمر ہے تین سال ہے، نصاب غیر مسلموں کا، پڑھانے والے اسلام دشمن، ماحول بے حیائی کا تو بچپن سے ہی فکری ارتداد بچوں میں آجائے گا، اپنے دین پر شرح صدر نہیں ہوگا، بچپن سے بچوں کو کفر سے بچانے کے لئے مکتب کی تعلیم ضروری ہے۔

کون بنے گا کروڑ پتی کا ایک عبرت ناک واقعہ

کون بنے گا کروڑ پتی میں ایک مسلمان جس کا نام محمد عرفان تھا اس سے سوال کیا گیا کہ ''آپ ﷺ کے والد کا نام کیا ہے؟ اس میں تین آپشن تھے (۱) عبداللہ (۲) عبدالمطّلب (۳) ابوطالب۔ پہلے مرحلے میں جواب نہیں دے سکا، تو ایک نام حذف کر دیا گیا، اب دو نام بچے، عبداللہ اور عبدالمطلب، اس نوجوان نے عبداللہ نام کا انتخاب کیا جو کہ صحیح جواب تھا، جب اس سے پوچھا گیا کہ آپ نے صحیح جواب دیا ہے، آپ مزید محمد ﷺ کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ وہ کہنے لگا: میں محمد (ﷺ) کے بارے میں کچھ نہیں پڑھا ہوں اور نہ سنا ہوں، دو ہی آفشن تھے تو میں نے اندازے پر ایک آپشن چن لیا، آپ جانتے ہیں کہ ''کون بنے گا کروڑ پتی'' کے پروگرام میں اچھا نالج رکھنے والا ہی جاسکتا ہے، اس کو عالم کا نالج ہے مگر پیغمبرِ عالم کے والد کا نام بھی نہیں جانتا ہے، اور ہم لوگ ربیع الاول میں جلسے وجلوس نکالتے ہیں، ہنگامے کرتے ہیں، مگر اپنی نسل میں پیغمبر ﷺ کی بنیادی معلومات سے واقف کرانے کی کوشش نہیں کرتے۔

ایک مرتبہ کرنول میں مسلمان لڑکیاں ''NEET exam'' دینے کے لئے جمع ہوئی تھی، چونکہ انہیں ایک مسلم تنظیم کی طرف سے اسکالرشپ ''scholarship'' دی گئی تھی، تو انہیں جمع کر کچھ دین کی بات کرنا مناسب سمجھا گیا، گفتگو کے دوران اِن پڑھی لکھی لڑکیوں سے کچھ سوالات بھی کئے گئے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ ہمارے نبی (ﷺ) کا نام کیا ہے؟ جواب دینے والی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی نے کہدیا ''چندرا بابو نیڈو'' چونکہ وہ اس وقت کے C M تھے، حیرت کی بات ہے، عصری تعلیم مسلم تنظیم کی مدد سے پڑھی جارہی ہے، مگر ہمارے نبی ﷺ کا نام تک معلوم نہیں ہے۔

حیدرآباد شہر کے انجینیرنگ کرنے والے بچوں کی چالیس افراد پر مشتمل جماعت چند اسلامی سوالات خود ان کے پروفیسر نے کئے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ میں کیا لگتی ہیں؟ ایک لڑکے نے جواب دیا کہ ''ہمارے نبی کی بیوی ہیں'' (العیاذ باللہ) غور کریں یہ بے دینی اور دین کی بنیادی باتوں سے بھی جہالت کس وجہ سے ہے؟ مکتب میں بچپن میں ماؤں کی گود میں جو باتیں سیکھ لینی چاہئے تھی ان سے محرومی کا نتیجہ ہے۔

بچپن کی تعلیم کے لئے مکتب بہترین ذریعہ ہے

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کے فوراً بعد مکتب کا نظام

مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولین کام یہی کیا کہ مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی اور اسی مسجد سے متصل ایک ''چبوترہ''، تعلیمی مقصد کے لئے بنایا، جسے ''صفہ'' کہا جاتا تھا، یہ گویا اسلامی تاریخ کا پہلا مدرسہ تھا، اس مدرسہ میں غیر مقیم طلبہ بھی تعلیم حاصل کرتے تھے اور دارلاقامہ کا بھی نظم تھا، اسی درس گاہ میں حالات ومواقع اور واردین کی بڑھتی گھٹتی تعداد کے لحاظ سے طلبہ کی تعداد کم وبیش ہوتی رہتی تھی، بعض حضرات کا خیال ہے کہ چار سو طلبہ نے بحیثیت مجموعی اس درس گاہ سے استفادہ کیا تھا اور قتادہ کی رائے ہے کہ مدرسہ صفہ سے مستفیدین کی تعداد نو سو تک پہنچتی ہے۔(۱)

اس مکتب کا نصابِ تعلیم کا موضوع قرآن مجید اور احکام کی تعلیم تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مستقل مکاتب کی بنیاد رکھی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں بچوں کی تعلیم کے لیے منظم مکتب قائم فرمائے، معلمین کے لیے بقدر کفایت رقم بطور وظیفہ کے مقرر کیا۔(۲)

اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع تر ہونے پر آپ رضی اللہ عنہ نے ہر گلی مکتب قائم کرنے کا حکم دیا، اپنے ماتحت عمال کو حکم دیا کہ ''تم معلمین کو قرآن کی تعلیم پر وظیفہ دو، ایک فرمانروا نے لکھا کہ: تعلیم قرآن پر وظیفہ دینے کی صورت میں وہ لوگ بھی قرآن کی تعلیم حاصل کریں گے جن کو قرآن کے بجائے وظیفہ میں دلچسپی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معلمین کو انکی شرف، مروت اور صحابیت کے نام پر وظیفہ دو'' (کہ اس خدمت میں

---

(۱) الترتیب الاداریہ: ۱/۳۴۰

(۲) محلی ابن حزم: ۸/۱۹۵

لگنے والے کا مقام عند اللہ بہت اونچا ہوتا ہے)(۱)

مکّہ مکرّمہ میں مکتبِ فاطمہ بنت خطاب

حضرت عمرؓ کے بہنوئی اور بہن (سعید بن زید اور اُم جمیل فاطمہ رضی اللہ عنہما) کے گھر مکتب قائم تھا، جہاں حضرت عمرؓ نے قرآن مجید کی تلاوت سنی اور مخالفت اور مار پٹائی تک نوبت پہنچنے کے بعد یہی واقعہ ان کے ایمان لانے کا باعث بنا۔(۲) موجودہ زمانے میں یہ مکاتب ظاہری لحاظ سے معمولی ہوتے ہیں لیکن درحقیقت ان کی افادیت ونافعیت بڑے بڑے جامعات سے زیادہ عام ہے، لاکھوں بچوں کے ایمان کی حفاظت انہیں مکاتب سے ہورہی ہے، ارتدادی فتنوں سے بچاؤ، قادیانیت، عیسائیت، مہدویت، شکیلیت، فیاضیت، مرزائیت، گوہر شاہی وغیرہ فتنوں کے لئے سدِّ باب ہے۔

مدینہ منوّرہ میں مکتبِ مصعب بن عمیرؓ

مدینہ طیبہ سے قریباً بارہ افراد مکہ مکرمہ کے اندر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور اسلام قبول کرتے ہوئے آپ ﷺ کی بیعت کرلیتے ہیں جسے ''بیعتِ عقبہ اولیٰ'' کہا جاتا ہے۔ اُن افراد کی واپسی پر رسول اللہ ﷺ کسی کو اُن کے ساتھ روانہ فرمانا چاہتے ہیں جو انہیں تعلیمِ قرآن بھی دے اور اہلِ مدینہ کو دعوتِ اسلام بھی پہنچائے۔ ایسے میں آپ ﷺ کی نظرِ بصیرت جس شخصیت کا انتخاب کرتی ہے وہ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں جنہیں ''اسلام کا پہلا سفیر'' بنا کر مدینہ طیّبہ روانہ کیا جاتا ہے۔

سیدنا مصعب بن عمیرؓ مدینہ طیّبہ میں سال بھر رہتے اور قرآن مجید کی تعلیم اور دعوتِ دین کو خوب انجام دیتے یہاں تک کہ اس عظیم کام کی مناسبت سے آپ کا نام ہی ''قاری اور

---

(۱) محلی ابن حزم: ۸/ ۱۹۵

(۲) الحلبی، السیرۃ الحلبیۃ (بیروت-۱۴۲۷ھ) جلد ۱: ص ۴۶۵:

مُقرِی‘‘(پڑھانے والا) پڑ جاتا ہے،لوگ آپ کو دیکھتے تو پکار اُٹھتے: ’’وہ پڑھانے والے آگئے‘‘۔’’جَاءَ الْمُقْرِی‘‘

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی سال بھر کی انتھک محنت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ اسلام قبول کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ مدینہ طیّبہ کا تقریباً کوئی گھر ایسا نہیں بچا جس میں کوئی نہ کوئی مسلمان نہ ہو اور پھر اگلے سال مدینہ طیّبہ سے ۷۵/ اشخاص مکہ مکرمہ آتے ہیں اور اسلام قبول کرتے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والوں میں سیدنا اُسید بن حُضیر اور سیدنا سعد بن مُعاذ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے سیدنا اُسید بن حُضیر کہ جن کی تلاوتِ قرآن سننے کے لیے فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور سیدنا سعد بن مُعاذ کہ جن کی وفات پر عرشِ الٰہی بھی ہل گیا تھا۔(۱)

مکتب کا قیام فرضِ عین ہے

شرعی نقطۂ نظر سے تعلیم کے تین درجے ہیں: فرضِ عین، فرضِ کفایہ اور نفل۔

(۱) اتنی تعلیم جس کے ذریعے دینی ضروریات اور ایمانی تقاضے پورے ہوں، وہ فرضِ عین ہے۔مثلاً : مکتب کی بنیادی دینی تعلیم جس سے ایمان، نماز اور دین کی حفاظت کرسکیں، وہ فرضِ عین ہے، اس لیے کہ ’’طلب العلم فریضة‘‘ میں الف لام عہد کا ہے، علم کا طلب کرنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے، معلوم ہوا کہ مکتب کی تعلیم فرضِ عین ہے، اگر یہ نہ حاصل کی تو کلمہ، نماز وغیرہ نہ سیکھ سکیں گے۔

(۲) اتنی تعلیم جو ہر ایک کے لیے نہیں؛ بلکہ ایک خاص گروہ کے لیے ضروری ہو، وہ فرضِ کفایہ ہے۔مثلاً: ایک محلے میں پانچ افراد کا عالم ہونا ضروری ہے، ان سے دین کی

(۱) بخاری، صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ سبح اسم ربک الاعلی، رقم الحدیث ۴۹۴۱: (ریاض، دارالسلام ۲۰۰۰ء، ص : ۴۲۶)

ضرورت پوری ہوسکتی ہے، اگر وہاں پانچ آدمی عالم ہوں تو بقیہ پینتالیس فرضِ کفایہ کے طور پر ہوں گے۔

فرض کفایہ والاعلم مدارس میں سکھایا جاتا ہے، مکاتب میں فرض عین والاعلم سکھایا جاتا ہے، فرض کفایہ کے علم کے لئے ادارے کا قیام فرضِ کفایہ کے درجہ میں ہے، فرضِ عین والے علم کے لیے مکتب کا قیام فرض عین کے درجہ میں ہے، بحیثیت مسلمان جن علوم سے واقفیت ضروری ہے، ارکانِ اسلام، واجبات وفرائض، عقائدِ اسلام، سیرت نبوی ﷺ سے مکاتب میں واقفیت کروادی جائے، مکاتب کے نظام کی مضبوطی کی وجہ سے کفرستان میں بھی ایمان باقی رہ سکتا ہے؛ ورنہ مکاتب سے بے التفاتی و بے اعتنائی کی وجہ سے ایمانستان میں رہ کر بھی ایمان کی سلامت و بقا دشوار ہوجائے گی۔

(۳) ان دونوں سے اعلیٰ درجے کی تعلیم نفل ہے، جیسے: معاشرے میں ایسے مفتی کی ضرورت ہوتی ہے کہ جس کے پاس لوگ اپنے پیچیدہ مسائل اور شکوک وشبہات دور کرسکیں۔ یہ نفل ہے۔ جس کے حاصل کرنے کا جو درجہ ہے اس کے لئے اس درجہ کا انتظام کرنا بھی اسی درجہ میں ہے، چنانچہ فرضِ عین والاعلم حاصل کرنے کے لئے انتظام کرنا بھی فرضِ عین ہے، فرضِ کفایہ کا علم حاصل کرنے کا انتظام کرنا بھی فرضِ کفایہ ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ''دینی تعلیم حاصل کرنے کے دو درجے ہیں: ایک تو اتنی تعلیم جو ہر شخص کے لئے ضروری ہے، یہ دین کے بارے میں بنیادی واقفیت ہے، توحید اور شرک کی حقیقت، نبوت ووحی کا اسلامی تصور، انبیاء اور بالخصوص پیغمبر اسلام کے ضروری حالات، پاکی وناپاکی، نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ اور قربانی کے بنیادی احکام، نکاح وطلاق، خرید وفروخت، ملازمت اور نوکری، کسبِ معاش کے حلال وحرام طریقے، شریعت کی حرام کی ہوئی چیزوں وغیرہ سے متعلق ضروری مسائل، صحابہ اور صحابیات کی مبارک زندگیوں سے متعلق بنیادی معلومات، والدین، اولاد، میاں بیوی اور اعزا

واقرباء سے متعلق حقوق، شب و روز کئے جانے والے افعال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی سنتیں اور مسنون وماثور دعائیں اوراذکار، یہ وہ امور ہیں کہ جن کے بارے میں جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے، مرد ہوں یا عورت اور جوان ہوں یا بوڑھے، اس مقصد کے لئے جگہ جگہ دینی مکاتب اور بالغوں کے لئے دینی تعلیم کے مراکز قائم کرنے کی ضرورت ہے، کوشش کرنی چاہئے کہ کوئی محلہ اور کوئی مسجد ایسے مکاتب اور مراکز سے خالی نہ ہو؛ بلکہ بچوں اور بچیوں کے اسکول کے اوقات کے لحاظ سے صباحی اور مسائی دونوں طرح کے مکاتب ہوں اور کوشش کی جائے کہ محلہ کا کوئی بچہ اور دین سے ناواقف کوئی نوجوان ایسا نہ رہے جو اس نظام سے فائدہ نہ اُٹھائے۔ لیکن دوسری ضرورت ایسی درس گاہوں کی ہے، جہاں قرآن وحدیث، کلام وعقیدہ اور سیرت نبوی ﷺ سے متعلق اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو اور اسلام کو اصل مآخذ سے سمجھنے اور سمجھانے کی غرض سے عربی زبان وادب میں بصیرت کا سامان فراہم کیا جاتا ہو، بحمد اللہ ہندوستان کے چپہ چپہ میں ایسے مدارس موجود ہیں، یہ اسلام کی فکری سرحدوں کے محافظ ہیں، ان ہی درس گاہوں سے نکلنے والے فضلاء نے ہر عہد میں اسلام کے خلاف اُٹھنے والی فکری شورشوں کا مقابلہ کیا ہے"۔(۱)

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ "اس وقت جتنے مدرسے ہیں وہ کافی ہیں فرضِ کفایہ اور نفلی علم کو فروغ دینے کے لئے، اب ضرورت مکاتب کی ہے، مدرسہ میں بچے نہیں آتے تو مکتب کے ذریعہ بچوں کو تعلیم دی جاسکتی ہے۔

مکتب کے بچوں کی وجہ سے عذاب ٹل جاتا ہے

حضرت ثابت بن عجلان تابعیؒ فرماتے ہیں: کہا جاتا تھا کہ اللہ زمین والوں کو (ان کے رات بھر کے گناہوں کی وجہ سے) عذاب دینا چاہتا ہے، مگر جب معصوم بچوں کا قرآن

(۱) افادات مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

سیکھنا، فجر کے بعد نیند قربان کر کے اُسی (اللہ) کے کلام کو گن گنانا، خود باری تعالیٰ سنتا ہے تو عذاب کو ہٹا دیتے ہیں، ان معصوموں کی محنت اور مکاتب قوم کے لئے بارش میں چھتری کی طرح عذاب کو ٹلانے کا کام کرتی ہے۔(۱)

حضرت عبد اللہ بن عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ امت میں اس وقت تک خیریت وعافیت رہے گی جب تک اس امت کے بچے قرآن سیکھتے رہیں گے۔(۲) اس خیر میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو مساجد کو چمکانے ٹائلس، گنبد ومنیار پر خرچ کرنے سے زیادہ مکاتب کو آباد کرنے پر خرچ کرتے ہیں۔

مکاتب کے قیام کو ذریعۂ نجات سمجھو!

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ مکاتب کے قیام کو ذریعۂ نجات قرار دیتے ہوئے فرمایا تے تھے کہ ''ہمیں (اپنی نجات کے متعلق) اپنے کسی عمل پر اعتماد وبھروسہ نہیں، البتہ الحمدللہ پورے ہندوستان میں مکاتب کی جو داغ بیل ڈالی ہے، اللہ کی رحمت سے اُمید ہے کہ اس کو ہماری نجات کا ذریعہ بنائے گا''۔(۳)

بچے کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھانے کی برکت سے باپ کی مغفرت

محترم مولانا نعیم الدین صاحب فاضل جامعہ مدنیہ لاہور اپنی تصنیف جواہر پارے میں لکھتے ہیں : حضرت اِمام رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰۶ھ) رقم طراز ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قبر سے گزر ا ہوا، آپ نے (بطورِ کشف) دیکھا کہ عذابِ قبر کے فرشتے میت کو عذاب دے رہے ہیں، آپ آگے چلے گئے، اَپنے کام سے فارغ ہو کر جب دوبارہ یہاں

---

(۱) سنن الدارمی باب فی تعاہد القرآن حدیث : ۳۳۴۰

(۲) العیال لابن ابی الدنیا، رقم : ۳۰۹

(۳) شمائل امدادیہ

سے گزرے تو اُس قبر پر رحمت کے فرشتے دیکھے جن کے ساتھ نور کے طبق ہیں، آپ کو اِس پر تعجب ہوا، آپ نے نماز پڑھی اَور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اے عیسٰی (علیہ السلام) یہ بندہ گناہگار تھا اَور جب سے مرا تھا عذاب میں گرفتار تھا مرتے وقت اُس نے بیوی چھوڑی تھی جو حاملہ تھی اُس سے ایک فرزند (لڑکا) پیدا ہوا، اُس کی پرورش کی، یہاں تک کہ وہ بڑا ہوا اِس کے بعد اُس عورت نے اُس فرزند کو مکتب پڑھنے بھیجا اُس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی، پس مجھے اَپنے بندے سے حیاء آئی کہ میں اِسے آگ کا عذاب دُوں زمین کے اَندر اَور اِس کا فرزند میرا نام لیتا ہے زمین کے اُوپر۔(۱)

سعید ابن المسیبؒ کا مکتب کے بچوں سے محبت

☆ اکابر تابعینؒ کے دلوں میں مکاتب کے بچوں کی بڑی اہمیت تھی، سعید بن مسیبؒ جب مکتب کے پاس سے گزرتے تو فرماتے یہ ہی بچے ہماری قوم کے راہ نما ہیں۔(۲)

سفیان بن عیینہؒ کا مکتب کے بچوں سے محبت

☆ حضرت سفیان ابن عیینہؒ ایک مرتبہ کسی مکتب کے پاس سے گزر رہے تھے، بچوں کے قرآن پڑھنے کی آواز سن کر دھوپ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا : بچوں کی آواز سے قرآن سن کر کیف وسرور حاصل ہوتا ہے۔

☆ اس دور کے مشہورِ زمانہ مکاتب کے معلمین میں سے حجاج بن یوسف الثقفی بھی ہے، یہ ایک مکتب میں تعلیم دیتا اور اجرت میں روٹی پاتا "یعلم الصبیان ویاجرون الخبز" ابن مزاحم سے یہ پتہ چلا ہے کہ وہ کوفہ کے کسی مکتب کے معلم تھے ان کے یہاں تین ہزار

---

(۱) تفسیر کبیر بحوالہ کتاب راہِ نجات: ۳/ ۱۴۰، ماہنامہ انوار مدینہ لاہور فروری 2014، مذکورہ واقعہ اسرائیلیات میں سے ،اگر اصول شرع کے خلاف نہ ہو تو تصدیق کی جاسکتی ہے۔

(۲) تربیت الاولاد فی الاسلام :۱/ ۱۹۱، طبقات ابن سعد :۵/ ۱۴۱

طلباء پڑھتے تھے۔(۱)

مکتب کے بچوں سے دعا کی درخواست کروانا

حضرت سمنونؒ نے محبت الٰہی سے مغلوب ہوکر کہا تھا:

"فلیس فی سواک حظ فکیف ماشئت فامتحن"

اے اللہ! تیرے سوا میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں، تو جیسے چاہے میرا امتحان لے۔

"قال سمنون :یا رب قد رضیت بکل ما تقضیه علي ، فاحتبس بوله أربعة عشر یوما ، فکان یلتوي کما تلتوي الحیة علی الرمل یتقلب یمینا و شمالا ، فلما أطلق بوله ، قال: یا رب تبت إلیك"

چنانچہ اللہ کی طرف سے اس کے بعد احتباس ِبول (پیشاب کے رکنے) کی آزمائش میں ڈالے گئے، خواب میں ایک بزرگ سے شکایت کی تو انہوں نے کہا: "علیک بدعاء الکتاتیب" یعنی مکتب کے بچوں سے دعا کراؤ، اس کے بعد وہ پیشاب کا قارورہ ہاتھ میں لے کر جس میں ان کے پیشاب کے قطرے گرتے تھے مکتبوں کا چکر لگاتے تھے

"فکان بعد ذلک یطوف الکتاتیب و بیده قارورة یقطر فیها بوله"

اور نونہالوں سے کہتے تھے کہ: زبان کی وجہ سے اپنے بیمار چچا کیلئے دعا کرو۔(۲)

مکتب کے بچوں کی عظمت

مولانا اعجاز صاحب اعظمیؒ نے اپنی کتاب میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ "سلسلہ قلندریہ کے ایک

---

(۱) تربیت الاولاد فی الاسلام :۱/۱۹۱، طبقات ابن سعد ۵ :/۱۴۱

(۲) تاریخ بغداد بشار :۱۰/۳۲۴، دار الغرب الاسلامہ، بیروت

بزرگ دیوان عبدالرشید صاحبؒ جب انکا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے مریدین وکو وصیت فرمائی کہ: میری قبر میں سرہانے وہ پتھر گاڑنا جس پر مکتب کے بچے اپنے جوتے چپل چھوڑا کرتے تھے، امید ہے کہ اللہ تعالی مکتب کے بچوں کے جوتیوں کے صدقے مجھے قبر کے عذاب سے بچالیں گے۔ اللہ اکبر۔ کتنا بڑا اللہ کا ولی ہے، اور کیسی عقیدت ہے۔

مکاتب ہیرے جواہرات کے کان ہیں

تعلیم سے انسان کی سوچ بدلتی ہے، یہ ہیرے جواہرات کا کاروبار ہے، ہیرے کے بڑے بڑے صندوق نہیں ہوتے، بلکہ چھوٹی ڈبی ہوتی ہے، مکاتب بھی بظاہر چھوٹے نظر آتے ہیں، ان ہیرے جواہرات بنانے کے کارخانوں میں اپنے کندۂ ناتراش پتھروں کو لائیں اور ہیرے جواہرات بنا کر لے جائیں۔

مکاتب کی مثال

وباء اور بیماری جب پھیلنے لگتی ہے تو حکومت دو طرح کی کوششیں کرتی ہے، ایک بیماروں کا علاج کرنا، دوسرا تندرستوں کی حفاظت کرنا، مکاتب کی محنت دوسری طرح کی ہے، کہ بچوں کے باشعور ہونے سے پہلے ہی ان کے شعور میں توحید ورسالت اور آخرت وانسانیت سبق گھول دیا جائے، بالغ ہونے سے پہلے ہی ولایت کے راستے بتادئے جاتے ہیں۔ پہلے دن کی دواء اور انجکشن اثر رکھتی ہے، بچپن کی اذاں واقامت اثر رکھتی ہے، اسی طرح بچپن کی تعلیم بھی اثر رکھتی ہے۔

موجودہ دور میں مکاتب کا کردار

اسلام کی حفاظت کیلئے مکاتب ومدارس سے زیادہ مؤثر کوئی تدبیر نہیں

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا: مخصوص مدارس ومکاتب کا قیام اس وقت اتنا ضروری ہوگیا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ: اس وقت نئی نسل کی اسلامیت کی بقاوتحفظ کے لیے مکاتب کے قیام کے علاوہ کوئی اور تدبیر اتنی مؤثر نہیں ہوسکتی ہے۔(۱)

مکتب کی تعلیم چھوٹی تو حجازی سے فرنگی بن جاؤ گے!

اسلام ومسلمانوں کو اس ملک سے مٹانے کے تین دور کا سرسری جائزہ پڑھ لیں! کہ ان ادوار میں ملک پر قبضہ کرنے کے ساتھ مذہب کو ناپید کرنے کی بھی برابر کوشش کی گئی، اور ان حالات میں مسلمانوں نے اپنے ایمان کی حفاظت ایوانوں سے نہیں مدارس ومکاتب سے کی ہے۔

(۱) ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد مسیحی پادریوں اور مبلغوں کا ایک سیلاب سا اُمڈ آیا، دیہات دیہات یہ مبلغین پہنچتے، بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے اور مناظرہ کا چیلنج دیتے، یہ حضرات علماء ہی ہیں جنھوں نے ان سے پنجہ آزمائی کی اور اسی دور میں ایک ہندوستانی عالم مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے عیسائیت کے رد میں ''اظہار الحق'' کے نام سے ایک ایسی کتاب تالیف کی کہ اس موضوع پر کسی زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی اور ہندوستان سے مصر وترکی تک مشہور عیسائی مناظر پادری فنڈر کا تعاقب کرکے اس کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا، پھر جب آریہ سماجی تحریک اُٹھی اور اس نے ''شدھی'' یعنی مسلمانوں کو ہندو بنانے کی کوششیں شروع کیں، تو یہ علماء ہی تھے جو اس کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فتنہ کا ایسا علمی اور تبلیغی تعاقب کیا کہ ان کی ناپاک

---

(۱) تکبیر مسلسل: ۲۳۰

کوششیں ذرا بھی بارآور نہ ہو پائیں۔

(۲)''ہندوستان میں اس وقت مسلمانوں کا رشتہ تعلیم سے کاٹنے کی کوشش کی جارہی ہے، انگریز جب ہندوستان میں آئے، تو انھوں نے بھی یہ ناکام کوشش کی؛ چنانچہ لارڈ میکالے جب فورٹ ولیم کالج قائم کرنے کے بعد برطانیہ واپس گئے، تو انھوں نے برطانوی دارالعوام میں اپنے اس منصوبہ کو ان الفاظ میں ظاہر کیا: ''میں ہندوستان میں ایک ایسے ادارہ کی بنیاد ڈال کر آیا ہوں کہ اس کی وجہ سے ہندوستان میں رہنے والے رنگ ونسل کے اعتبار سے تو ہندوستانی رہیں گے؛ لیکن اپنی فکر اور ذہن و دماغ کے اعتبار سے انگریز بن جائیں گے''۔

(۳)اور موجودہ مسلم دشمن طاقتوں نے نئی تعلیم پالیسی ایجاد کی ہے، اس پالیسی میں بار بار راشٹرواد، بھارتیت اور نیشنل کلچر کی بات کہی گئی ہے، اور ان کو درسی مضامین اور غیر درسی پروگراموں کے ذریعہ لانے کی کوشش کی جارہی ہے، نام تو قومی تہذیب کا لحاظ جارہا ہے؛ لیکن وحدت میں کثرت کے بجائے ہندو آئیڈیالوجی اور تہذیب لوگوں پر مسلط کرنے کی تدبیر کی جارہی ہے، راشٹرواد کے تحت بچوں کو گیتا میں سے اسباق پڑھائے جائیں گے، ہندو دیویوں دیوتاؤں کی دیومالائی کہانیاں پڑھائی جائیں گی، حفظان صحت کے نام پر یوگا کروایا جائے گا، اور اس میں سوریہ نمسکار بھی شامل ہوگا، وندے ماترم کا مشرکانہ ترانہ پڑھایا جائے گا، عجب نہیں کہ جبر کے ذریعہ نہ سہی ترغیب کے ذریعہ اُن سے سرسوتی وندنا بھی کرائی جائے، اور اسکول میں ہندو تہواروں کی تقریبات منعقد ہوں، جن میں تمام طلبہ وطالبات کو شرکت کرنے کو کہا جائے، اسی طرح اس کا نقصان لسانی اقلیتوں کو بھی ہوگا، یوں تو پالیسی میں مادری زبان میں تعلیم دینے کی بات کہی گئی ہے؛ لیکن سنسکرت کو لازمی زبان کی حیثیت دینے کی بات بھی آئی ہے، اس کا صاف مطلب ہے کہ بعض لسانی اقلیتیں اپنی مادری زبان سے محروم ہو جائیں گی۔

ہندوانہ کلچر بھارتی تہذیب کی شکل میں کھلونے بھی مورتیوں کی شکل میں دئے جائیں گے، ڈرائنگ بھی دئے جائیں گے مورتیوں کی صورت میں، مغلیہ سلطنت کو ظالمانہ سلطنت ،ہندوستان کی ہزارسالہ مسلم حکمرانی کو دہشت گردی ،ٹیپوسلطان جیسے انسانیت پرورحکمران کوخونخوار بنادیا جائے،اورنگ زیب جیسے مذہبی رواداركو مندرڈھا کرمسجد بنانے والاجلّاد بنادیا جائے، تین ہزارسال قبل کی منوادی ومنوسمرتی تہذیب کوعام کیا جائے ،عزتیں واعلی عہدے برہمن کو دئے جانے کا سبق ،شودھر وچھوت چھات کانظام پڑھا کر ذہنی غلام بنا کرآنے والی نسل کودس سے بیس سال میں ہندو بنادیا جائے ،مخلوط نظام تعلیم سے بے حیاء بنادیا جائے۔

یادرہے!یہ کوئی اندیشہ یا دھمکی نہیں ہے،قصّہ گوئی یا افسانہ نہیں ہے،بلکہ زمینی حقائق ہیں،یقینی پیش خیالی ہے،مہنگائی بڑھ جانا،مابلائنچنگ میں مارے جانا،کرونا میں لاشوں کی ڈھیرلگ جانا، C A A-N R C کے ذریعہ بےگھرکردئے جانا کم نقصاندہ ہے؟ جتنا کہ نئی تعلیمی پالیسی نقصاندہ ہے،تعلیم بدلنے سےنسل بدل جاتی ہے،تعلیم بدلنے سے ذہنی سوچ بدل جاتی ہے،مسلمانوں کے لئے اس وقت بڑا چیلینج زمین بچانا نہیں ضمیر بچانا ہے،جان بچانا نہیں ہے،بلکہ ایمان بچانا ہے،لڑکیاں غیر کے حوالے نہ ہوں،لڑکے شرکیہ نعرے،کفریہ تہذیب پرفریفتہ نہ ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد کی خاطربے چین ہوکر دعامانگی،میری اولادکومورتی پوجاسے بچا! ”وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ “،حضرت یوسف علیہ السلام مصری تہذیب (Egypt civiliza tion) اس وقت کی عالمی تہذیب میں اپنی ایمانی فکروغم کااظہارکرتے ہوئے فرمایا۔ ’تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ‘(۱) کفریہ ماحول میں ایمان کی روشنی پر جیئے جانا معمولی بات نہیں ہے،موجوہ ماحول میں کتنا اپنے ایمان

(۱)سورہ یوسف آیۃ:۱۰۱

کو بچاپارہے ہیں کہ آئندہ اس سے بدتر ماحول میں ایمان پر جینے کا اطمینان کرلیں!

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں ''اس ملک کے درد مند علماء نے آزادی کے وقت ہی اس حقیقت کو محسوس کرلیا اور انھوں نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں دینی مدارس اور مکاتب قائم کرکے اس بات کا انتظام فرمایا کہ اس ملک میں بسنے والے مسلمان کو رنگ ونسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں؛ لیکن وہ دل ونگاہ کے اعتبار سے ''حجازی'' بنے رہیں اور پیغمبر اِسلام محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن نبوت ان کے ہاتھوں سے چھوٹنے نہ پائے''۔(۱)

اس وقت امت دوراہے پر کھڑی ہے

حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ہم ایسے دوراہے پر آگئے ہیں کہ ایک راستہ سیدھا ارتداد کی طرف جارہاہے، میں اس سے کم درجہ کا لفظ استعمال کرنے پر تیار نہیں، اگر کوئی آسمان سے ویسا اشارہ نہ ہوا، قدرتِ خداوندی کی کوئی مداخلت نہ ہوئی تو اس کے صاف آثار ہیں، آثار ہی نہیں بلکہ آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے، تصوّر کی آنکھ سے جس میں صرف تصوّر نہیں بلکہ تصویر بھی شامل ہے کہ آئندہ نسل شاید اسلام کے بالمقابل اسلام کے برخلاف عقائد وتصوّرات کی حامل ہو، مشرکانہ عقائد کی قائل ہو، ایسے خطرناک دوراہے پر آگئے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اس کی توفیق نہ ہوئی کہ اس کے لئے اپنی ساری توانائی صرف کرڈالیں تو شاید آنے والی نسل ۲۵/ برس میں تو زیادہ کہہ دیا بلکہ ۱۵/ برس کے بعد خطرہ ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے نام سے بالکل ناآشنا ہو، اس کی مثالیں سامنے آنے لگی ہیں کہ اسکولوں کے بچے بہت سے اللہ کا لفظ صحیح نہیں لکھ سکتے، پوچھتے ہیں کہ ہم اللہ کس طرح لکھیں، اور آج نوجوانوں کی ایک تعداد سمجھتی ہے کہ اس دھرتی کو کرشن یارام چلاتے ہیں،

---

(۱) جدید فکری مسائل: ۶/ ۲۷۱

ہندو علم الاصنام، ہندو دیومالا، بچوں کے ذہنوں پر اثر کر رہی ہے، ابھی ٹی وی پر ''رامائن'' جو سیریل چل رہی ہے، کالج کی کتابیں پڑھائی جارہی ہیں اس سے جوانوں کے ذہن و دماغ متاثر ہورہے ہیں۔(۱)

حضرت شیخ الہندؒ کی فکر

مسلمانوں کی تباہی اور اس کا تدارک حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا : میں نے مالٹا کی تنہائیوں میں غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی حیثیت سے کیوں تباہ و برباد ہورہے ہیں؟ تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے (۱) ایک قرآن کا چھوڑ دینا اور (۲) دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی، اس لیے میں وہیں سے عزم لے کر آیا ہوں کہ قرآن کو لفظاً و معنیً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی میں قائم کیے جائیں، بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے۔(۲)

شیخ الہندؒ اور مکاتب دینیہ کا انقلابی تناظر

موجودہ مکتب کے نظام کو شیخ الہندؒ کی شخصیت اور ان کی بالغ نظری، جامع اور ہمہ گیر تعلیمی فکر کی طرف منسوب کرنا اور اس نظام کو ان کی فکر کا نتیجہ سمجھنا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، کیونکہ جن سیاسی اور سماجی حالات میں ان کو یہ فکر لاحق ہوئی تھی، اس کا گہرا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ وہ جانتے تھے کہ امت کے سماجی، سیاسی اور اقتصادی مسائل کے وسیع تر مفادات جن ہاتھوں میں رہا کریں گے؛ عملاً مدارس، دارالعلوم اور دینی جامعات میں ایسے رجال کار کو تیار کرنے کا کوئی انتظام موجود نہیں، مدارس سے فارغین کا دائرہ عمل خالص دینی شعبے تک

---

(۱) (مدارس و مکاتب سانس کا حکم رکھتے ہیں: ۹، مدرسہ پھلت ضلع مظفر نگر کے ایک افتتاحی جلسہ کی تقریر)

(۲) ماخوذ از: وحدت امت مفتی اعظم حضرت مفتی شفیع صاحبؒ)

محدود ہوگا۔ اگر امت کی نئی نسل کو بچپن میں مکاتب کے نظام سے گزارا نہیں گیا تو مسلم معاشرہ کے سماجی، اقتصادی اور سیاسی مفادات کا تحفظ آسان نہیں ہوگا، یا ان شعبوں میں اسلامی اقدار اور ایمانی کردار کے حامل افراد کی قلت کا باعث بنے گا، مسلمانوں کا یہی طبقہ جو عصری مدارس (اسکول) کے ساتھ دینی مکاتب میں عمدہ اسلامی تعلیم وتربیت سے آراستہ ہو کر جب زندگی کے مختلف شعبوں سے وابستہ رہے گا، تو ایک طرف اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کا محافظ ثابت ہوگا تو دوسری طرف خود وہ اپنے اسلامی تشخیص پر فخر کرے گا۔ مذہب اور اسلامی تہذیب وروایات کے بارے میں احساس کمتری کا شکار نہیں ہوگا۔(۱)

مردہ قوم کو حیاتِ تازہ جہاں سے ملتی ہے

مکمل حوصلے اور جذبہ کے ساتھ اپنے مسلم معاشرہ کا جائزہ لے کر ہر فرد کو قرآنی تعلیمات سے آراستہ ومزین کرنے کے لیے مؤثر اقدامات وانتظامات کریں تاکہ کوئی مسلم گھر دین سے غافل اور قرآن سے بے تعلق نہ رہے، قرآن ہی وہ مضبوط رسی ہے جسے تھامنے سے قوم مسلم کی اجتماعی قوت مستحکم، بکھری ہوئی قوت مجتمع اور عظمت رفتہ لوٹ سکتی ہے، اس کے لئے عمومی اور مؤثر ذریعہ مکاتب کا قیام واستحکام ہے، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''سب مل کر قرآن کو مضبوط تھامے رہو جو خدا کی مضبوط رسّی ہے، رسّی ٹوٹ تو نہیں سکتی، ہاں چھوٹ سکتی ہے، اگر سب مل کر اس کو پوری قوت سے پکڑے رہو گے، کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہو سکے گا، اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور نا قابل اختلال ہو جائیگی، قرآن کریم سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قومیں جمع ہوتی ہیں، اور ایک مردہ قوم حیات تازہ حاصل کرتی ہے۔''(۲)

---

(۱) تجدید مکاتب کیوں اور کیسے؟: ۳۴

(۲) تفسیر عثمانی، ص: ۸۱

مکتب ہماری ریڑھ کی ہڈی اور سانس ہے

حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”آئندہ نسلوں کو کھلی ہوئی بت پرستی سے ،مشرکانہ عقائد سے بچانے کے لئے اپنے گھٹنے ٹیک دیجئے، ہر ممکن کوشش کر ڈالئے ،اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لئے خالی وقتوں میں پرائیوٹ کلاسز کا انتظام کیجئے، یا ان مدارس ومکاتب میں داخل کرائیے، یہ مدارس ومکاتب آج ہماری ریڑھ کی ہڈی ہیں، سانس کا حکم رکھتے ہیں، اگر سانس چل رہی ہے، تو ہم زندہ ہیں، ورنہ ختم ہو جائیں گے۔(۱)

مکتب فیضانِ نظر کا بدل ہے

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ: علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

؎ یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اتنی چھوٹی عمر میں اپنے ذبح ہونے پر جس تربیت نے راضی کر دیا یہ تربیت آپؑ نے کہاں سے سیکھی؟ دو ہی شکلیں ہیں (۱) مکتب کی کرامت (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فیضان نظر، اس وقت مکتب تو نہیں تھا، لہذا یہ آدابِ فرزندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فیضانِ نظر سے ہی سیکھی گئی، اب وہ فیضانِ نظر نہیں لا سکتے ہیں، مگر مکتب قائم کر کے اس کی کرامت دکھا سکتے ہیں، کہ جو آدابِ فرزندی کسی نبی وولی کی فیضانِ نظر حاصل ہوتے ہیں وہ مکتب کی تعلیم سے حاصل کئے جا سکتے ہیں“۔

---

(۱) (مدارس ومکاتب سانس کا حکم رکھتے ہیں: ۱۱، مدرسہ فیض الاسلام پھلت، ضلع مظفر نگر کے ایک افتتاحی جلسہ کی تقریر)

مکاتب ومدارس الہامی محنت ہے

ہندوستان میں جب مسلمانوں کے ہاتھوں سے زمامِ اقتدار چھن گیا اور انگریز حکومت یہاں کے ہر سیاہ اور سفید کے مالک بن گئی تو اس وقت اگر اُنہیں مستقبل میں اپنے اور اپنے آمرانہ حکمرانی کے بیچ کوئی چیز سب سے بڑی رکاوٹ اور حائل نظر آرہی تھی تو وہ یہاں علماءِ حق، غیور باہمت اور زندہ دل مسلمانوں کی تھی، چونکہ وہ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ مسلمانوں کو ان کی اس ذلت سے نکال کر انہیں رفعت وبلندی پر کوئی چیز پہنچا سکتی ہے تو وہ ہے ان کا ایمان اور ان کی دینی حمیت۔

لہٰذا انگریزوں نے اس کے لئے حکومت کے ماتحت چلنے والے تمام تعلیمی اداروں کے نصاب ونظام میں حذف واضافہ شروع کر دیا، اس نصابِ تعلیم کی تبدیلی اور ترمیم کا براہ راست اثر مسلمانوں کے ایمان وعقیدے پر ہونا شروع ہوگیا، بہت سے مسلمان اپنی تہذیبی خصوصیات سے دستبردار ہو کر بحیثیت قوم مسلم اپنا وجود کھو رہے تھے، اس نازک وقت میں علماء کرام نے اپنی علمی بصیرت اور ایمانی فراست سے قوم کے معصوم بچوں کے ذہن و دماغ کو کفر اور شرک کی گندگیوں سے محفوظ ومامون رکھنے کے لئے ہر چھوٹی بڑی مسجدوں کے صحن کو تحفظِ ایمان واسلام کے لئے مدارس ومکاتب کا جال بچھانا شروع کر دیا، آج ہم فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان علماء کرام کی الہامی تحریک ہی کے ذریعے ہندوستان میں ایمان اور اسلام کا بچاؤ ممکن ہوسکا، آج اگر ایمان اور مسلمان اپنی تمام خصوصیات اور امتیازات کے ساتھ نظر آرہا ہے، اسی طرح مساجد کے گنبد ومینار، مدارس اسلامیہ کے فلک بوس باب و عمارات، آباؤ اجداد کی تعمیری میراث کی آن بان شان سب کچھ انہیں علماء کرام کی سوچ وفکر اور ان مکاتب ومدارس کی رہین منت ہے۔ شہر شہر، قریہ قریہ، گلی گلی، چھوٹی بڑی، کچی پکی، جو مساجد آباد نظر آرہی ہیں، مختلف تحریکوں کی شکل میں مسلمانوں کی اخلاقی و اقتصادی، اور

معاشرتی اصلاح کا جو جال ہر سمت بچھا ہوا ہے، یا کسی بھی جگہ دین کا شعلہ یا اس اس کی تھوڑی سی رمق اور چنگاری سلگتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے وہ انہیں مکاتب ومدارس کا فیض اثر ہے، آپ یقین کیجئے اگر ان مکاتب ومدارس کا وجود نہیں ہوتا تو آج ہم تو موجود ہوتے، لیکن بحیثیت مسلمان نہیں، بلکہ ان حیوان نما انسان کے ان درندہ صفت خصوصیات کے ساتھ۔

مکاتب ومدارس نہ ہوتے تو ہندوستان کبھی کا اسپین بن چکا ہوتا

۱۸۵۷ء میں مسلمانانِ ہند پر جو پریشانیوں کی بھرمار پڑھی جو افتاد پڑی، وہ اسپین، روس اور چین سے کچھ کم نہ تھی، لیکن ہمارے اکابرین حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے رفقاء نے اپنی دور رس نگاہ اور خداداد بصیرت سے حالات کے رخ کو سمجھ لیا اور قیام مکاتب و مدارس کی تحریک چلا کر مرض کا علاج اور زہر کا تریاق تلاش کرلیا اور مسلمانانِ ہند کے لیے دین واسلام کی حفاظت اور کفر وارتداد سے بچنے کا سامان فراہم کیا؛ اگر اس منصوبے کے ذریعہ احیائے اسلام کی کوشش نہ ہوئی ہوتی تو مسلمان اپنے دین سے کوسوں دور ہو جاتے، اور اپنی دینی شناخت کھو بیٹھتے، مساجد اپنی کثرت اور بلند و بالا میناروں اور عمارتوں کے باوجود ویران ہو جاتیں، اور ہندوستان دوسرا اسپین بن جاتا، اس حقیقت کو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''مکاتب ومدارس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا: ''ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہیں مدارس میں پڑھنے دو، اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ برس کی حکومت کے باوجود آج ''غرناطہ'' اور ''قرطبہ'' کے کھنڈرات اور ''الحمراء'' کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش

نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی ''آگرہ'' کے ''تاج محل'' اور دہلی کے ''لال قلعہ'' کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا''۔(۱)

دنیا میں جہاں جہاں بھی مسلمان غلبہ اور اقتدار والی باعظمت زندگی گزارنے کے بعد پسپائی اور ذلت وخواری کا شکار ہوئے اور دین سے دور ہو کر کفر وارتداد میں مبتلا ہو گئے۔ وہاں اس علاج پر عمل نہیں ہوا جو حضرت نانوتوی اور آپ کے رفقاء نے اختیار کیا کہ وہاں قیام مکاتب ومدارس کی منظم کوششیں نہیں ہوئیں، ہندوستان ہی کے بہت سے علاقوں کو دیکھ لیں جہاں مسلمانوں کی اقلیت ہے یا غربت وافلاس یا عام مسلمانوں کی عدم توجہ کی وجہ سے قیام مکاتب ومدارس کی کوشش نہیں ہوئی تو وہاں پر مسلمان صرف چند رسم ورواج کے پابند ہو کر رہ گئے، اور ان میں وہ دینی شعور اور ملی بیداری نہیں، جو ان مسلمانوں میں ہے، جہاں مکاتب ومدارس کی کثرت ہے، اور زیادہ تر انہی علاقوں کے مسلمان ارتداد کا شکار ہو رہے ہیں۔(۲)

جب بھی انسانی آبادی بے چارگی کا شکار ہوئی ہے، انسانی سماج سے انسانیت ختم ہونے لگی اس وقت دینی مدارس ومکاتب نے تاریخی کارنامہ انجام دیا کہ ایسی نادرالوجود ہستیاں قوم وملت کے حوالے کی ہیں کہ ان کے دم قدم کی برکتوں سے صحرا کے درندوں میں میں بھی انسانیت کے پھول کھل اٹھے، وہ چاہے امام اعظم ابوحنیفہؒ ہوں یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، امام شافعیؒ ہوں یا امام مالکؒ وامام حنبلؒ، خواجہ غریب نوازؒ ہوں، یا رومیؒ، سعدی، رازیؒ وغزالیؒ، یہ سب انہیں مدارس ومکاتب انسان گر ہستیاں ہیں۔

---

(۱) ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، دسمبر: ۹۴

(۲) مکاتب کی اہمیت اور احساسِ ذمہ داری: ۶

جس ملک سے مدارس ومکاتب ختم، وہاں سے اسلام اور مسلمان ختم

حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اگر کسی ملک میں دین تسلسل کے ساتھ پائیدار طریقے پر باقی رہ سکتا ہے، تو وہ دینی تعلیم سے ہی باقی رہ سکتا ہے، ورنہ دیکھنے والوں نے دیکھا، پڑھنے والوں نے پڑھا کہ جن علاقوں میں دین تعلیم کا سلسلہ بند ہوگیا وہاں بالکل اسلام ختم ہوگیا، اسپین علم کا اتنا بڑا مرکز تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والے مالکیہ اہلِ قرطبہ کا عمل حجت مانتے ہیں، جب اسلام کے مخالفین کا غلبہ ہوا تو انہوں نے دینی تعلیم بند کردی، ایمانی رمق جن میں باقی تھی چھپ کر اپنے بچوں کو دینی تعلیم دیتے تھے، چھپ کر اسلامی نکاح کرتے ورنہ عیسائیت کے طرز پر نکاح کرنے کا قانون تھا، اگر عیسائیت کے مطابق نکاح ہو بھی جائے تو علیحدہ اسلامی طرز پر نکاح کرلیتے تاکہ حرام میں مبتلا نہ ہوں، علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ:

؎ اسکی فضا بے اذاں اس کی زمیں بے سجود

اندلس میں فضا ہے مگر فضا میں اذاں نہیں ہے، زمین ہے مگر سجدہ نہیں ہے، کان اذاں کو زمین سجدہ کو ترستی ہے، مسجدیں ہیں مگر مصلی نہیں''۔(۱)

مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ: ہمارا زبکستان کا سفر ہوا، وہ بخارا وسمرقند جہاں پورے عالم اسلام کو احادیث کا ذخیرہ ملا، آج وہاں بچے اور جوان کلمہ تک نہیں پڑھ سکتے، انہیں کلمہ یاد ہونا تو دور پڑھایا جائے تو زبان پر چڑھنا بھی مشکل ہے، آج وہاں مدارس ومکاتب نہ ہونے کی وجہ سے وہ علاقے محروم ہیں، ان مناظر کو دیکھ کر خون کے آنسوں بہانے پڑتے ہیں۔(۲)

---

(۱) مدارس ومکاتب کا قیام سب سے ضروری چیز: ۱۲

(۲) محمود المواعظ: ۵/ ۲۴۴

مکاتب ومدراس نہ ہوتو انسانیت کی خودکشی ہے

حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اگر یہ مدارس ومکاتب نہ ہوتے تو سب سے بڑا خطرہ انسان کے لئے خودکشی کا ہے، دیگر امور سے غیرکشی ،دشمن کشی، حریف کشی ہوتی ہے، مگر ان کے نہ ہونے سے خودکشی ہوتی ہے، اور کیا یہ خودکشی نہیں کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کی ذات وصفات کو نہ جانے، ایمان وکفر، توحید وشرک، حق وباطل کے فرق کو نہ جانے، کھلی نافرمانی کرے، صرف اس وجہ سے کہ اسے معلوم نہیں کہ جائز کیا ہے اور ناجائز کیا ہے، یہی جہالت انہیں کفر وخودکشی اور قتل وقتال تک پہنچادیتی ہے جو جہنّم کا مستحق بناد دیتے ہیں۔(۱)

اپنے ماحول پر محنت نہیں کروگے تو خود کی اولاد بھی محفوظ نہیں رہے گی

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''اپنے ماحول پر محنت نہیں کروگے تو تمھاری اولاد بھی محفوظ نہیں رہ سکے گی، ہمارے بچے بھی محلّہ کے بچوں کے ساتھ ویسی ہی زبان بولنے لگ جائیں گے جو محلّہ کے آوارہ بچے بولتے ہیں، ان ہی کا لباس پسند کریں گے، ان ہی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند کریں گے''۔

مکتب کی تعلیم اور سرپرستوں کی سوچ

مکتب کی تعلیم کا سادہ سا مطلب معاشرہ کے ذمہ داروں اور خود بچوں کے سرپرستوں کے نزدیک یہ ہے کہ بچہ مسلمان ہے تو قرآن کی تلاوت، جمعہ وعیدین کی نماز ان کے بچوں کو آنی چاہئے، نکاح وموت کے دور سے گزرنا ہی ہے تو وہ مکتب میں جا کر سیکھ لیں اتنا ہی کافی ہے۔ گھر میں بچوں کی تعلیم کے لئے نہ ماں کو فرصت نہ باپ کے پاس کے وقت ہے! پھر

---

(۱) مدارس ومکاتب کا قیام سب سے ضروری چیز ہے: ۱۰

مسلمانوں کے نجی ادارے اپنی محدود طاقت کی وجہ سے متحمل نہیں ہوتے۔اگر یہ مکاتب نہ ہوتے تو مسلمان کی اولاد آداب زندگی اور اوصاف سرافندگی تو دور کی بات ہے؛ کعبہ اور کلیسا میں امتیاز سے بھی قاصر ہوتیں۔

مکاتب کا قیام ہر مسلمان کا فرضِ مذہبی ومنصبی ہے

حضرت مولانا مفتی سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں : مکاتب کا قیام ہر صاحبِ ایمان کی مذہبی ومنصبی ذمہ داری ہے،جس بچے نے بھی مسلمان ماں باپ کے گھر آنکھ کھولی ایمان پر زندگی گذارے اور ایمان پر ہی موت آئے ہر ماں باپ کی ذمہ داری ہے،یہ کام نہ کسی ادارے کا ہے،نہ کسی تنظیم کا،بلکہ ہر فردِ مسلم کا یہ کام ہے،ہم جس ملک میں رہتے ہیں یہاں سب کو ایک رنگ میں رنگنے کی مکمل کوشش کی جارہی ہے،ہم ملکی ماحول سے بچ نہیں سکتے ،اور ایمان کا سودا بھی نہیں کرسکتے ،اندلس کے سقوط مسلمان جب جان بچا کر بھاگے اور فرانس کو جائے قیام بنایا،انہیں جان بچانے کی جگہ تو ملی مگر ایمان بچانے کی جگہ نہیں بنائی ،چنانچہ یورپ میں سب زیادہ مسلمان فرانس میں ہیں مگر سب سے زیادہ بدتہذیب فرانس ہی کے ہیں ،اور جن ملکوں میں جان کے ساتھ ایمان کے بچاؤ کی بھی کوشش کئے وہ مغربی ممالک اور کفرستان میں رہ کر بھی ولایت کے مقام پر پہنچے،چنانچہ گجرات کے وہ مسلمان جو کنیڈا،امریکہ وغیرہ میں ہیں،بڑے بڑے مدارس ،مسجدیں عالی شان،نمازی مکمل ،ننگے ماحول میں باپردہ بچیاں،کالج جانے والے بھی مدرسے کی طالبِ علم لگتے ہیں،آج ہندوستان میں بھی دین کی رونق انہیں مدارس ومکاتب کی محنت کا نتیجہ ہے یہ رونق مسلم ممالک میں بھی نہیں ہے،اور مدارس ومکاتب کے قیام کی محنت ان حالات میں ہوئی جو روح فرسا حالات تھے،جمعیت اور علمائے دیوبند کے علاوہ کوئی تنظیم نہ تھی جو میدان میں آئے،آج کے حالات تو بہت سازگار ہیں۔

جس مسجد میں مکتب نہ ہو تو وہ مسجد بانج ہے

جس مسجد میں گنبد و مینار کی فکر ہو مگر مکتب کی فکر نہ ہو وہ تو وہ مسجد بانج ہے، شیخ صالحؒ فرماتے ہیں کہ ''ہم مسجد و مدرسہ اور مکتب کو ایک ہی چھت کے تلے جمع کرلیں تو یہ کوشش مقصد کے حصول میں زیادہ مؤثر رہیگی، جب ایک طالبِ علم بچپن سے لڑکپن تک کی زندگی مدرسہ میں گذارتا ہے تو ذہن کی پختگی اور کردار کے نکھار میں تبدیلی وتاثیر پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ اگر عصری تعلیم کی روح کو اسکول کی عمارت کے بجائے مسجد کی فضا میں پھونکیں، شریعت و دعوت اور اس کی فضیلتوں کے پودے اس پاک ماحول میں اگائیں تو یہ اس کی طبیعت پر دہری اثر انداز ہوں گی۔(۱)

اسکول کا تو حال یہ ہے کہ اس میں جدید ایجادات کی بھرمار کردی تاکہ یہ نعرہ لگایا جاسکے کہ اوّل الذکر دقیانوسوں کا گروہ ہے وہ زمانہ قدیم کی طرف لوٹ رہا ہے اور مؤخر الذکر روشن خیالوں کا ہے جن کا مستقبل تاب ناک ہے، طبقہ اولی کا کام صرف وعظ وتدریس رہ گیا ہے، اور طبقۂ ثانیہ بہت اونچی ذمہ داریاں نبھا رہا ہے، طبقہ اولی کی اکثریت معاشرے کے محروم اور بے کاروں کی ہے، اور طبقہ ثانیہ کی مالدار اور ذمہ داروں کی ہے، ان ساری

(۱) جس زمین پر ایک مرتبہ شرعی مسجد بن جائے تو وہ تحت الثری (زمین کی تہہ) سے اوپر آسمان تک قیامت تک کے لیے مسجد رہتی ہے، اس میں اسکول بنانا یا مستقل مدرسہ بنانا جائز نہیں ہوتا لہذا صورتِ مسئولہ میں مسجد کے اندر عصری تعلیم گاہ کھولنا جائز نہیں ہے، مسجد کے اندر شدید ضرورت کے بغیر فیس لے کر قرآن اور دین کی تعلیم دینا بھی مکروہ ہے، چہ جائے کہ مسجد میں عصری تعلیم گاہ ہو، یہ مسجد کے تقدس کے منافی ہے۔ البتہ ضرورت اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے قرآن اور دین کی ضروریات کی تعلیم مسجد کے آداب اور احترام کی رعایت کرتے ہوئے اور صفائی کا خیال رکھتے ہوئے مسجد کے اندر دینا جائز ہے، اس لیے قرآن اور دینی ضروریات کے لیے عارضی درس گاہ بنانے کی اجازت ہے، لیکن مسجد میں اسکول کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ (دارالافتاء : جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن فتوی نمبر 144210201131 :) البتہ مسجدِ عرفی میں جہاں کرایہ کی عمارت بنائی جاسکتی ہو اس میں اسکول قائم کرنے سے بھی مذکورہ مقصد حاصل ہو جائے گا اور شرعاً بھی درست ہو جائے گا۔ احمد اللہ۔

پریشانیوں کا حل اور باطل والوں کے مکر کا توڑ یہی ہے ایک نسخۂ اکسیر ہے کہ ہم مساجد کو اعمال سے آباد کریں، مسجد ہر وقت کھلی ہوئی ہو، محلّہ کا ہر آدمی مسجد سے اپنا دین سیکھ رہا ہو، اور دوسروں کو سکھا رہا ہو''۔(۱)

مکاتب کے قیام کو ایمانی جدو جہد سمجھیں

حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا: ایمانی عزم اور حوصلے کے ساتھ اس تعلیمی جدو جہد کے میدان میں اتریں اور اس ایمانی جدو جہد میں اور اللہ تعالی سے اس مدد کی اور اس صلے کی امید رکھیں جس کا وعدہ اس نے اپنے ایمانی جدو جہد کرنے والے بندوں سے کیا ہے۔(۲)

مکتب کے قیام واستحکام کو دینی نصرت سمجھو

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ''خدمتِ دین بہت شکلیں موجود ہیں، مدارس کی تعلیم وتدریس اور انتظام، عوام میں دعوت وتبلیغ، خانقاہی نظام سے تزکیہ، مرتدّین میں ایمان کی حفاظت، برادرانِ وطن کو دعوتِ اسلام، وغیرہ بہت سے امور ہیں جس سے دین کی حفاظت واشاعت ہوتی ہے، اور یہ سب نصرتِ الٰہی میں شامل ہیں جسے کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ'' اللہ کی نصرت درحقیقت اس کے دین کی خدمت ہے، جسکا فوری ثمرہ یہ ہوگا کہ خود خادم دین دین پر ثابت قدم رہ سکے گا، انہیں مختلف خدمتوں میں سے موجودہ حالات میں سب سے اہم خدمت مکاتب کے قیام واستحکام کی ہے، مکاتب کی تعلیم وانتظام اور تعاون اپنے دین کی حفاظت کا بہت اہم ذریعہ ہے''۔

---

(۱) المسجد ودورہ فی التربیہ والتوجیہ: ۱۷۰

(۲) تکبیر مسلسل: ۳۵،۳۶

مکاتب کے قیام کو خالص دینی کام سمجھئے!

دینی تعلیمی کونسل کے پرتاپ گڑھ کے جلسے منعقدہ ۳، جنوری ۱۹۲۵ء میں حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا : آپ اس کو خالص دینی کام سمجھ کر کیجے، ان شاء اللہ آپ کو اس کا ثواب ملے گا، اور ایسا ثواب ملے گا جو آپ کو بڑے بڑے دینی کاموں کا مل سکتا ہے، قطعاً آپ اس میں شبہ نہ کریں کہ یہ کوئی محض تنظیمی کام ہے، بلکہ ہم اس لیے اٹھے ہیں کہ مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کا کیا حال ہوگا؟ صاف نظر آرہا ہے، یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے، اس زمانہ میں مسلمانوں کے بچوں کا مسلمان رہنا تقریباً ناممکن ہے، اب آپ مکاتب جگہ جگہ قائم کیجیے اور ان کا ایک جال بچھا دیجیے۔(۱)

مکتب نہیں قائم کروگے تو اللہ کے پاس کیا جواب دوگے

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے ۱۳، جنوری ۱۹۷۳ء کے دینی تعلیمی کونسل کے سالانہ اجلاس میں فرمایا : میں قرآن وحدیث کے ایک طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ کسی ضلع کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہاں دنیا کے سارے کام ہوتے ہوں، شادیاں دھوم دھام سے ہوتی ہوں، باراتیں نکلتی ہوں اور لاکھوں کے جہیز دیے جاتے ہوں، حکام کی خوشامد میں ہوتی ہوں اور انتخاب میں حصہ لیا جاتا ہو اور وہ سماج مکاتب کے متعلق ذمے داری نہیں رکھ سکتا! اگر آپ سے قیامت کے دن اللہ تعالی سوال کرے تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟ آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے کہ لاکھوں کی آمدنی والے شہروں میں مسلمان دینی تعلیم کے لیے کوئی انتظام محض پیسے کی کمی کی بنا پر نہیں کرسکے۔(۲)

---

(۱) تکبیر مسلسل: ۲۹۳

(۲) تکبیر مسلسل : ۹۲

مکاتب کا قیام ہی اس وقت کی اعلیٰ درجہ کی تبلیغ ہے

حضرت مولانا علی میاںؒ نے ۸، اگست ۱۹۷۱ء کے دینی تعلیمی کونسل کے جلسے میں فرمایا: یہ ایک حقیقت ہے کہ جس سرگرمی کے ساتھ کام ہونا چاہیے تھا نہیں ہوا، جس مسئلہ کو اصل ہونا چاہیے تھا، نہیں ہوا، یہ کام ہونا چاہیے دینی ذہن کے ساتھ بھی فریضہ سمجھ کر ذریعہ مغفرت سمجھ کر، ذریعہ آخرت سمجھ کر، یہی اس وقت کا جہاد ہے، دین کی بقاء کے لیے ہر جدو جہد جہاد ہے، جس مسلمان میں اعلائے کلمۃ الحق کا جذبہ ہے اور اسکے لیے امکانی کوشش نہیں کرتا تو اس پر نفاق کا شبہ ظاہر کیا گیا ہے! اس کام کو اہم وخلیفہ سمجھیں، کام اللہ تعالی کی رضا کے لیے کریں، یہ کام اس وقت کی اعلیٰ درجے کی تبلیغ، اعلی درجے کا جہاد، اعل ادرجے کا ذکر ہے۔(۱)

ایک عیسائی عورت کا اپنے بچے کو مکتب میں لانا

پیرس میں ایک معصوم بچہ مکتب میں آ کر کہنے لگا: مجھے بھی پڑھاؤ گے؟ استاذ نے پوچھا: آپ کے والدین کہاں ہیں؟ کہنے لگا: باہر والدہ کھڑی ہے! استاذ مسجد کے باہر ایک عیسائی عورت کو کھڑے دیکھ کر تعجب سے پوچھا: آپ مسلمان نہیں ہیں تو اپنے بچے کو مکتب میں کیوں پڑھانا چاہتے ہے؟ وہ کہنے لگی: میں تو مسلمان تو نہیں ہوں لیکن میرے پڑوس میں ایک مسلمان ماں ہے، اس کے بچے مکتب میں پڑھتے ہیں، جب وہ پانی مٹکا اٹھاتی ہے تو بچے آگے بڑھ کر ساتھ دیتے ہیں، گھر صاف کرنے میں ساتھ دیتے ہیں، ماں سے آگے نہیں چلتے، ماں سے بلند آواز میں بات نہیں کرتے، انہیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ ''وہ ماں اور بچے نہیں ہیں بلکہ ایک ملکہ اور اس کے نوکر ہیں'' ایسی فرمابرداری کا سبق مکتب سے ہی ملا ہے، اس لئے میں بھی چاہتی ہوں کہ میرے بچے کو بھی وہ ادب وسلیقہ مندی حاصل ہو جائے۔

---

(۱) تکبیر مسلسل: ۳۷۹

حضرت مفتی زین العابدین صاحبؒ کا چشم کشا ملفوظ

حضرت مفتی زین العابدین صاحبؒ فرماتے تھے کہ ''اگر تم سارے مرد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بھی بن جائیں، پھر بھی دین زندہ نہیں رہے گا جب تک عورتوں کے اندر دین زندہ نہ ہو۔

اور عورتیں ساری رابعہ بصریہؒ کی طرح بن جائیں پھر بھی دین زندہ نہیں ہوگا جب تک بچوں میں دین زندہ نہ ہوگا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو محنت فرمائی اس سے مردوں میں ابوبکرؓ مسلمان ہوئے تو عورتوں میں ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ مسلمان ہوئے، جب ان چاروں طبقوں میں ہماری طرف سے محنت ہوگی تو دین تمام شعبوں میں زندہ ہوگا۔(۱)

مکاتب کی محنت کفرستان میں ایمان کی بقاء کی محنت ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ مبارک سے مسلمانوں کے دورِ عروج کے زمانے تک قرآن سے شغف، قرآنی علوم پر غور وفکر اور قرآنی فکر کی نشر واشاعت مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے، ہندستان میں انگریزوں کی آمد سے پہلے مسلمانوں کے دورِ حکومت میں مدارس کا ایک شاندار سلسلہ قائم رہا جو قرآنی و دینی علوم کی تعلیم کے ساتھ دیگر ضروریات کو پورا کرتے رہے، انگریز کی آمد کے بعد منصوبہ بند طریقے سے مدارس کے اس نظام کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔

مکاتب کی تعلیم کی مضبوطی کی وجہ سے کفرستان میں بھی جا کر ایمان باقی رہتا ہے، تعلیم کی طرف توجہ نہ دینے کی وجہ سے ایمانستان میں بھی رہ کر ایمان کی گیارنٹی نہیں دی جاسکتی، ہندوستان کے بعض علاقوں میں ہمارے بچوں کے ارتداد کی خبریں سن رہیں، ہمارے

---

(۱) تحفۃ الائمہ: ۲۰۹

پڑوسی علاقوں میں ہماری بچیاں مرتد ہو کر کھلے عام گھوم رہی ہیں اور کوئی انہیں ٹوکنے والا نہیں ہے، ہم نے بچوں کے ایمان کی حفاظت کے لیے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا، شبینہ مکاتب کو ہم نے اہمیت نہیں دی۔

جز وقتی مسجد میں پڑھنے والے بچوں اور اسکولوں میں پڑھنے والے مسلم بچوں کی تعداد میں کوئی مناسبت نہیں ہوتی، مسلم اسکولوں میں پڑھنے کے باوجود مسلمان بچے قرآن کی تعلیم سے محروم ہیں، افسوس ناک حقیقت ہے کہ اساتذہ کی قابل لحاظ تعداد قرآن ناظرہ پڑھنے پر قادر نہیں ہے، بیشتر اساتذہ کو نماز کے صحیح اذکار بھی یاد نہیں ہیں، نئی تعلیم یافتہ نسل بالخصوص اساتذہ کی یہ صورت حال نہ صرف المناک بلکہ ان کے سایے میں پرورش پانے والے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے تشویش ناک انجام کی نشاندہی کرتی ہے، مکاتب تعداد میں بہت کم، ان میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کی تعداد بھی کم، بچوں کی تعداد کی کمی کے سبب اساتذہ کی تعداد بھی کم قوم کے بچوں کا مستقبل کیا ہوگا؟۔

فاقہ گوارہے مگر کفر گوارا نہیں

مولانا محمد الیاس ندوی صاحب بھٹکلی فرماتے ہیں ''مکاتب کی تعلیم کی مضبوطی کی وجہ سے کفرستان بھی جا کر ایمان باقی رہتا ہے اور اس کی تعلیم کی طرف توجہ نہ دینے کی وجہ سے ایمانستان میں بھی رہ کر ایمان کی گیارنٹی نہیں دی جاسکتی، اب تک یہ شبینہ مکاتب ہمارے بچوں کو اخلاق اور تلاوتِ قرآن کی تصحیح پر توجہ دیا کرتے تھے اور بچوں کے ایمان کے باقی رہنے کا ذریعہ بن رہے ہیں، بچپن میں اگر عقیدے کی تعلیم درست ہوتی ہے تو انسان جہاں بھی پہنچے اپنے دین پر باقی رہتا ہے، ہم ہندوستان کے بعض علاقوں میں ہمارے بچوں کے ارتداد کی خبریں سن رہے تھے آج حالات اس قدر خراب ہیں کہ ہمارے پڑوسی علاقوں بھی میں اسطرح کے واقعات پیش آرہے ہیں اور ہماری بچیاں مرتد ہو کر کھلے عام گھوم رہی ہیں اور کوئی انہیں ٹوکنے والا نہیں ہے اور یہ حالات اس

وجہ سے پیش آرہے ہیں کہ ہم نے بچوں کے ایمان کی حفاظت کے لیے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا اور ان شبینہ مکاتب کو ہم نے اہمیت نہیں دی۔

حضرت مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی صاحب دامت برکاتہم نے ایک موقع سے فرمایا کہ: بہار یا کسی علاقہ میں سیلاب زدگان کی مدد کے لئے ریلیف پہنچی، ہم نے دیکھا کہ ہم سے پہلے ہی عیسائیوں کی جماعت پہنچ چکی ہے، ہم نے دیکھا کہ ایک اسٹیج لگا ہے، لوگوں کو اسٹیج پر بلوا کر راشن، کپڑے وغیرہ تقسیم کئے جارہے ہیں، ہم تھوڑی دیر کھڑے رہے تاکہ جائزہ لیں، اتنے میں ایک دس بارہ سال کا لڑکا راشن لینے اسٹیج پر چڑھا مگر دو منٹ کے بعد راشن کٹ پھینک کر خالی ہاتھ اتر گیا، ہم نے قریب بلا کر وجہ معلوم کی کہ کیا تمھیں ضرورت نہیں ہے؟ کہنے لگا: میرا سارا گھرانہ سیلاب کے حوالے ہوگیا، میں اکیلا بچ گیا ہوں اور تین دن سے بھوکا ہوں، پوچھا: پھر کٹ کیوں نہیں لیا؟ کہنے لگا: وہ دینے سے پہلے کہہ رہے تھے کہ: اتنا بولدو کہ یہ راشن ہمیں عیسی مسیح خدا دے رہے ہیں، میں نے کہا: نہیں کہوں گا: یہ ہمیں اللہ دیتے ہیں! پوچھا: تم نے یہ کہاں سے سیکھا؟ مجھے مکتب کے استاذ نے بتایا ہے کہ حدیث میں ہے کہ "قتل کردئے جاؤ یا جلادئے جاؤ مگر اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔

فلسطین، شام، برما، ترکی وغیرہ میں فسادات ہوتے ہیں مسلمان بچے شہید کردئے جاتے ہیں مگر ہر دن موت دیکھ کر بھی وہ مسلمان مرتد نہیں ہوتے، کلمہ کی موت مرنا گوارا کرتے ہیں کفر کی زندگی جینے کے مقابلے میں، وجہ یہی ہے کہ پیدا ہونے کے بعد ان کے کان میں اذاں واقامت کی آواز بچپن سے اسلامی ذہن سازی انہیں استقامت نصیب کرتی ہے، چنانچہ بعض عیسائی ہسپتالوں میں یہ سازش کی گئی کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد انہیں اذاں سے پہلے میوزک سنایا جائے تاکہ پہلا کلام اللہ کی کبریائی نہ سنائی تو مرتد ہونے میں دیر نہ لگے۔

جومکتب ایک دفعہ قائم ہو جائے اس کے ٹوٹنے کو گناہ سمجھیں

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا : جومکتب ایک دفعہ قائم ہو جائے اس کے ٹوٹنے کو گناہ سمجھئے،اور یہ سمجھئے کہ خدا کے یہاں آپ سے سوال کیا جائے گا،مسجد اگر شہید ہو جائے تو آپ ڈر جاتے ہیں،قرآن مجید خدانخواستہ گر جائے تو مسلمان کانپ جاتا ہے،وہ کیسا ہی مسلمان کیوں نہ ہو؟ بے شک مسجد کا شہید ہو جانا بڑا گناہ ہے لیکن اگر مسجدیں بنی ہوئی ہیں تو ان کو آباد بھی تو ہونا چاہیے؟ان کو آباد کرنے والے بھی تو بنائے۔(۱)

مساجد کی آبادی مکاتب کے بغیر نہیں ہوسکتی

حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا : ہمارا کام اس وقت تک قابل اطمینان نہیں ہوگا جب تک مسلمان اپنے بچوں کی تعلیم کو ان کی غذا اور دوا سے زیادہ اہم نہیں سمجھیں گے اور دینی مکاتب ومدارس کو اسی ذوق وشوق سے قائم کریں،جس سنجیدگی اور ذوق وشوق سے وہ مساجد کی تعمیر کرتے ہیں۔اس لیے کہ ان مساجد کی آبادی ان مکاتب کے بغیر ممکن نہیں،جب تک ہم اس راہ کے مصارف کو اپنا اہم ترین اور مقدس ترین فرض نہ سمجھیں گے اور اس میں صدیقی ذوق اور عثمانی جذبے کے ساتھ حصہ نہ لیں گے اور جب تک ہم اس راہ کی کوشش کو عبادت کا درجہ نہیں دیں گے،اس وقت تک ہمارا کام قابل اطمینان نہیں ہوگا۔(۲)

مکاتب مغربی تہذیب سے بچانے کا مؤثر راستہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں''بعض اہل بصیرت کا گمان ہے کہ ایشیاء میں جو ملک سب سے پہلے مغربی تہذیب کے سامنے سرنگوں ہو جائے گا اور

---

(۱)تکبیر مسلسل : ۲۹۳

(۲)تکبیر مسلسل: ۱۸۴

جو تیزی سے مغرب کی پیروی کی طرف جارہا ہے، وہ ہمارا ملک ہندوستان ہے اور مغربی ممالک کو چوں کہ افرادی وسائل کی ضرورت ہے اور ہندوستان کے نوجوان ذہانت، صلاحیت، محنت اور فنی مہارت کے ساتھ ساتھ مغربی تہذیب کو قبول کرنے کا مزاج بھی رکھتے ہیں، اسی لئے یہاں کے کارکنان ان کے لئے سب سے زیادہ قابل قبول ہیں۔ ان حالات میں مسلمانو ں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اگلی نسلوں کو دین سے وابستہ رکھنے کے طریقۂ کار پر غور کریں اور ایسا راستہ اختیار کریں کہ ہمارے بچے عصری تعلیم میں بھی آگے ہوں اور دینی پہچان بھی پوری طرح قائم رہے، اس کے لئے سب سے مفید اور آزمودہ طریقہ مکاتب کا نظام ہے، کہ زیادہ سے زیادہ مکاتب قائم ہوں۔

مکاتب نئی تعلیمی پالیسی سے بچنے کا واحد طریقہ

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: موجودہ حکومت مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے مکمل تیاری کر چکی ہے، نئی تعلیمی پالیسی کے ذریعہ اسکولوں میں ایسا نصاب داخل کیا جانے لگا، جس کے بعد مسلمان بچہ مسلمان نہیں رہ سکتا، اور موجودہ حکومت نے جتنے نئے فیصلہ لی ہے مشاہدہ ہے کہ فیصلہ واپس نہیں لی ہے، صرف مسلمانوں کا احتجاج کافی نہ ہوگا، بلکہ یہ احتجاج ملک کا باغی بنادے گا، ناچاہتے ہوئے بھی کفر کی اسکولوں میں پڑھانا پڑے گا، اِس کفر سے بچانے اور توحید، رسالت وعقیدے کی سلامتی کا واحد راستہ، وہ ایک ہے ،ایک ہے، ایک ہے اور وہ ہے مکاتب کو منظم ومؤثر بنانا ضروری ہے، اگر مکتب کا نظام مؤثر نہیں بنایا تو کیا پچیّس کروڑ مسلمانوں کے تقریباً پندرہ کروڑ بچوں کو جہنم کی طرف جانے دیں گے؟ ہرگز نہیں۔

مکتب قائم نہیں کروگے تو اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے!

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ہنگامی موقعوں پر اپنا کام

چھوڑ کر ترجیحی کام کرنا پڑتا ہے، اب دوسرے کام کم کئے جائیں تو بھی چلے گا، سب سے دردمندانہ اپیل ہے کہ ''اگر مکاتب کی طرف توجہ نہ دی گئی تو اللہ کے نبی کو منہ نہیں دکھا سکتے'' اگر مکتب کی تعلیم میں بچہ کا ایمان بچا کر اسکول نہیں بھیجیں گے تو یہ بچے مشرک بن کر اسکول سے واپس آئیں گے، اپنے بس کا کام کرنے میں کوتاہی نہ کیجئے، مکمل حافظ، آدھا حافظ، جو جتنا بھی پڑھا ہو، اپنے گھر وگلی میں مکتب قائم کرے، مکتب کے ذریعہ ان کے ایمان کو ایسے مضبوط کریں کہ یہ پہاڑ سے ٹکرا سکتے ہیں مگر ایمان میں تزلزل نہیں آئے گا، اگر یہ محنت نہ کی گئی تو دوسری محنتیں ہمیں نجات نہیں دلا سکتی ہیں، حالات بدلتے ہیں تو احکام بدلتے ہیں، اس وقت مکاتب کا کام سب سے زیادہ ترجیحی کام ہے، پچیس کروڑ مسلمانوں اور ان کے بچوں کے ایمان وعقیدے کا مسئلہ ہے، اگر یہ کام نہ کریں تو اللہ کو کتنا غصّہ آئے گا، ہمارے نبی ﷺ کو کتنی تکلیف ہوگی، ہمارے پاس نہ دولت ہے نہ حکومت، نہ فوج ہے نہ طاقت، مگر ہمارے پاس امید ہے، ہمارے پاس اللہ ہے، جو تمھارے پاس نہیں ہے، ''اللہ مولانا ومولا لکم''

اس وقت کی جنگ اسی اللہ کے بھروسہ پر جیتنی ہے، اس دھرتی کا ایک بھی گھرانہ ملحد نہیں بنے گا، دھریت کو قبول نہیں کرے گا، یہ ہمیں یقین کر لینا ہے، ورنہ ہمارے جینے سے مرجانا، زمین پر رہنے سے دفن ہوجانا بہتر ہے، اگر ہم اس وقت کی اس جنگ کے لئے تیار نہیں ہوئے، ذاتی ومسلکی اختلافات ختم کرو! یہی تعمیری کاموں سے محروم کئے ہوئے ہیں، موجودہ اذانیں، ومدارس، ومساجد ہمارے نسل کے ایمان کی حفاظت کے لئے کافی نہیں ہیں، ان کی حفاظت بھی نسل کے ایمان کی حفاظت پر موقوف ہے، اور ایمان کی حفاظت کا نظام خود کو بنانا ہے نہ کوئی یہ کام حکومت کرے گی اور نہ کوئی فرشتہ کرے گا۔

اپنی نسل کو جہنم سے بچانے کے لیے اس ملک میں چار کام کرنا ضروری ہے

شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری ؒ فرماتے ہیں کہ: اس ملک میں اپنے کو اور اپنی نسل کو جہنم کی آگ سے بچانا ہے تو چار کام کرنا لازماً ضروری ہے، اگر یہ چار کام

نہیں کروگے تو اپنے کو کفر اور جہنم کی آگ سے بچا نہیں سکو گے، (۱) لڑکوں کا اسلامی اسکول ،سیکولر اسکولوں سے بھی ایمان محفوظ نہیں رہے گا ،(۲) لڑکیوں کا اسلامی اسکول ،(۳) دینی مکاتب کا قیام واستحکام، محلہ محلہ، گلی گلی، جہاں دس گھر بھی ہوں وہاں ایک مکتب ہونا چاہئے، کوئی بچہ دین کی بنیادی تعلیم سے محروم نہیں رہنا چاہئے ،(۴) مساجد کی تعمیر اور اس کی آبادی ،زمین وآسمان کی ہدایت کا نور مسجدوں سے پیدا ہوتا ہے، اور گھر تک مساجد سے نور پہنچتا ہے''۔

اسکولی بچوں کے لیے صبح وشام گھنٹہ آدھے گھنٹہ کے مکاتب ضروری ہیں

''حیدرآباد کے ۹۰ فیصد انگریزی میڈیم کے اسکول میں پڑھنے والے مسلم بچے قرآن کی تعلیم سے محروم ہیں۔'' علاوہ ازیں اسکول کے اساتذہ کی دینی معلومات افسوس ناک ہے کہ ان اساتذہ کی قابل لحاظ تعداد قرآن ناظرہ پڑھنے پر قادر نہیں ہے۔ بیشتر اساتذہ کو نماز کے صحیح اذکار بھی یاد نہیں ہیں۔ ہماری نئی تعلیم یافتہ نسل بالخصوص اساتذہ کی یہ صورتِ حال نہ صرف المناک بلکہ ان کے سایے میں پرورش پانے والے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے تشویش ناک انجام کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔

اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والوں کے سلسلے میں حضرت مولانا منظور نعمانیؒ نے فرمایا : ہماری ان کوششوں کے بعد بھی جو مسلمان بچے سرکاری اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے رہ جائیں، ان کے لیے ہم محلے کی مسجد میں یا کسی اور جگہ ایسے بھی تعلیمی حلقے قائم کریں جن میں صبح یا شام کو صرف گھنٹہ آدھا گھنٹہ روزانہ ان بچوں کو قرآن مجید اور بنیادی دینیات کی تعلیم دی جاسکے۔(۱)

یا تو ارتداد پر راضی ہوجاؤ یا بچوں کی دینی تعلیم کا نظم کرو

دینی تعلیمی کونسل کے ۱۹۶۰ء کے اجلاس کے خطبے میں مولانا منظور نعمانیؒ نے فرمایا : دو

(۱) تکبیر مسلسل: ۳۵

باتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں یا خدانخواستہ اپنی نسلوں کے دینی اور تہذیبی ارتداد پر راضی ہوجائیں یا پھر اس فیصلے کے ساتھ کھڑے ہوجائیں کہ ہمیں اللہ کی مدد سے ایک ایک بچے کو ارتداد کے اس طوفان سے بچانا ہے اور اس راستے میں ہمیں جو محنت کرنی پڑے اور جو قربانی دینی پڑے اس سے دریغ نہیں کرنا ہے۔(۱)

مولانا خالد بیگ ندوی دامت برکاتہم نے نئی تعلیمی پالیسی کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا: اس پالیسی کے بعد پانچ سال کے اندر ۴۵/ فیصد مسلمان بچے مرتد ہوجائیں گے۔

مکتب کا صحیح تعلیم یافتہ مرتد نہیں ہوسکتا

☆شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے تھے کہ: مکاتب دینیہ اور مدارس اسلامیہ امت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کا حکم رکھتے ہیں، مکتب کو یوں سمجھو کہ یہ ایک ریڑھ کی ہڈی ہے، اگر آدمی کی ریڑھ کی ہڈی ٹھیک ہوتی ہے تو آدمی ٹھیک ٹھیک چلتا پھرتا ہے اور اگر ریڑھ کی ہڈی ذرہ بھی ادھر ادھر ہوجائے تو پھر انسان کا چلنا پھرنا اور بیٹھنا سب مشکل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح یہ مکتب اور مدرسے ہماری ایمانی زندگی کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔

☆بقول مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جو مقالاتِ عثمانی میں ہے" قرآنی ناظرہ پڑھنے کے بعد بچہ سب کچھ ہوسکتا ہے، لیکن کافر نہیں ہوسکتا ہے، اگر مکاتب اور مدارس میں صحیح طریقہ سے تعلیم و تربیت کا نظام قائم ہوگا تو امت کی بقا کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوگا؛ ورنہ امت گمراہیوں میں مبتلا ہو جائے گی۔

☆مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ: حقیقت تو یہی ہے کہ مسلمانوں کے اندر دین کی بقا کا یہی ایک ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں ہمارے

---

(۱) تکبیر مسلسل: ۳۱، مکاتب کی اہمیت، اکابر امت کی نظر میں: ۱۰

اکابر نے بڑے بڑے جامعات قائم کئے وہیں قریہ قریہ مکتب کا نظام قائم کیا۔(۱)

موجودہ زمانے میں گمراہی کے دو راستے

اِس وقت گمراہی کے دو راستے پائے جاتے ہیں: جہالت اور تعلیم، ان دونوں راستوں سے گمراہی روز بہ روز پھیل رہی ہے۔

(۱) جہالت : بہت سارے مسلمانوں نے دین پڑھا ہی نہیں، امت کا بہت بڑا طبقہ بنیادی دینی تعلیم سے واقف ہی نہیں، اس کی کئی مثالیں ہیں، حیدرآباد کے ایک اسکول کا سروے کیا گیا تو اس میں ۹۰ / فی صد بچے ایسے پائے گئے، جنہوں نے سِرے سے مکتب کی تعلیم حاصل ہی نہیں کی۔

(۲) تعلیم: تعلیم کے ذریعے بے دینی اس طرح آتی ہے کہ بچوں کا ایسا ذہن بنایا جاتا ہے کہ وہ اسلام سے ذہنی طور پر منحرف ہو جاتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج کل الحاد کی بیماری مسلمانوں میں عام ہو رہی ہے، شرک کا راستہ کھل رہا ہے، کبھی اسکولوں میں یوگا اور سوریا نمسکار کروایا جاتا ہے، کبھی کچھ.....تو کبھی کچھ..... کچھ نہیں تو اُن کے معبود کا مجسمہ سامنے رکھ دیا جاتا ہے، اور ان کے اَوصاف وکمالات بیان کیے جاتے ہیں، اور مسلمان بادشاہوں کا ایسا غلط تصور پیش کیا جاتا ہے کہ انہوں نے قتل وغارت گری کی، فتنہ وفساد کیا، وغیرہ وغیرہ، یہ تعلیم کے راستے سے انحراف ہے۔

بالخصوص ہماری نیو ایجوکیشن پالیسی (New Education Policy) کی بنیاد یہی ہے، اِسی لیے انہوں نے اپنے نصاب سے حضور ﷺ کا تذکرہ نکال دیا، اور ہندو کلچر کو شامل کر دیا، بہت سی جگہوں پر گیتا کو داخل کر دیا گیا۔ گویا اِس طرح ہمارے بچوں کے ذہن سے توحید کا یقین ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اُنہیں ہنود کی تاریخ اِس طرح پڑھائی

---

(۱) ماہنامہ البلاغ اشاعتِ خاص بیادِ مفتی حضرت محمد شفیع صاحبؒ بحوالہ شیخ ابوالفتاح ابوغدہؒ :۳۱۶

جاتی ہے کہ ہماری تاریخ پڑھ کر مسلمانوں کے بچوں کو شرم آنے لگے اور غیروں کی تاریخ پر رشک آنے لگے، اگر اس کا کوئی مداوا ہے تو ''مکتب کی تعلیم'' ہے۔

رپورٹ کے مطابق مدرسوں کی طرف طلبہ کا رجوع کم ہوگیا ہے، ظاہر ہے کہ ہم تمام بچوں کو مدرسے میں نہیں پڑھا سکتے اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ بچوں پر تعلیم کا دروازہ بند کردیں، اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اتنے بڑے ملک میں مسلم مینجمنٹ قائم ہوسکے، اس لیے آج ضرورت ہے کہ ہر مدرسے اور مسجد کے تحت ایک اسکول اور ایمان کو بچانے والا ایک نظام مکتب ہے۔(۱)

مکاتب کا قیام میں حضرت جی الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی محنت

حضرت جی مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کے شیخ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے خلیفہ ہیں، مظفر حسین صاحبؒ غیر آباد مساجد کو آباد کرنے کے لیے بہت متفکر رہا کرتے تھے، آپؒ کی نواسی مولانا الیاس صاحبؒ کی والدہ ہوتی ہیں، اسماعیل صاحبؒ نے میوات میں اپنے شیخ کی فکر لے کر کام شروع کیا، پچاس ساٹھ مکاتب قائم کردئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت جی الیاس صاحبؒ کے حق میں مظاہر العلوم کی تدریس ترک کرکے نظام الدین جانا طے ہوا، آپؒ کی بھی پہلی کوشش مکاتب کے قیام کی تھی، مگر اس کے لیے لوگوں میں دینی تعلیم کا جذبہ پیدا کرنا ضروری تھا، آپؒ فرماتے ہیں : ''دعوت وتبلیغ کا سلسلہ کیا ہے؟ یہ تو ہر آدمی کے دل میں دین کی طلب پیدا کرنے کے لیے ہے، اور جب اس کے اندر دین کی طلب پیدا ہوجائے گی تو وہ خود ہی اس کو حاصل کرے گا(۲) اور اسکے نتیجے میں دین کے تمام شعبے زندہ ہوں گے''۔(۳)

---

(۱) افادات : حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم

(۲) مگر لوگوں نے اسکا غلط مطلب سمجھ لیا کہ تبلیغ سے آگے کی طلب اپنے اندر پیدا کرکے مزید علم حاصل کرنے کے بجائے زندگی پوری طلب پیدا کرنے میں ہی گذاردی مطلوب تک رسائی کی فکر کم ہوتی چلی گئی۔

(۳) محمود المواعظ مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم: ۳/ ۱۰۲

شیخ حاجی رشید صاحبؒ جو متعدد دینی مدارس کے معاون تھے حضرت جی الیاسؒ نے خط لکھا کہ'' لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرنے میں آپ مدد فرمائیں کہ سینکڑوں مدرسوں کا سست پڑ جانا یا بند ہو جانا اہلِ زمانہ کے لیے نہایت وبال اور نہایت باز پرس کا خطرہ رکھتا ہے، کہ قرآن دنیا سے مٹتا چلا جائے اور ہمارے پیسوں میں اس کا کوئی حصہ اور ہمارے دلوں میں اس کا کوئی درد نہ ہو، یہ سب باتیں خطرناک ہیں۔(۱)

ایک مکتوب میں میاجی محمدؒ کو لکھتے ہیں: ''میاں جی محمد کو ایک جگہ رہنے کے لیے نہیں بھیجا ہے، بلکہ جا بجا مکاتب قائم کرنے کے لیے اور صوم صلوۃ پر آمادہ کرنے کے لیے بھیجا ہے، مکاتب کی از حد خصوصاً سعی کرنے کی کوشش فرمائیں''۔(۲)

ایک خط میں آپ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''بحمداللہ جمعرات میں رات دن کی سعی کے بعد ڈھائی سو کے قریب مکتب قائم ہو گئے ہیں''

حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں: ''میں سو مکاتب کا خرچ دینے تیار ہوں ،تم مکتب قائم کرو، مجھے تعلیم کے لیے اپنے بچے دیدو۔(۳)

فضائل اعمال میں حضرت جی مولانا محمد الیاسؒ کے تجویز کردہ رسالہ''مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج'' میں حضرت مولانا احتشام الحسن صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ''اپنے بچوں اور اپنے محلے اور گاؤں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی قرآن مجید اور مذہبی تعلیم کی فکر کرنا اور ہر کام پر اس کو مقدم رکھنا''۔

مسلمان کی دولت اسلام کے کام آئے ورنہ وہ قارون کا خزانہ ہے

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا :اگر آپ نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اپنے اخراجات

(۱)مولانا محمد الیاسؒ کی دینی دعوت :۲۸۱

(۲)ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ :۱۳

(۳)ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ: ۱۳

میں سے دینی مکاتب کے لیے بھی حصہ رکھیں گے تو یہ ایک تاریخ ساز فیصلہ ہوگا۔(۱)

(۱) وہ شخص جس کا خدا اور رسول پر ایمان ہے یقین کرتا ہے کہ مسلمان کی دولت کی قیمت وافادیت یہی ہے کہ وہ اسلام کے کام آئے، نہیں تو وہ قارون کا خزانہ اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں مؤاخذے کا سامان ہے۔(۲)

(۲) حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا :اگر ہم یہ دیکھتے ہوئے کہ ہماری اولاد اپنے مذہب سے اپنی دینی تہذیب وروایات سے دور ہوتی جارہی ہے اور ہم فکرمند نہ ہوں، اس کے لیے کوئی انتظام نہ کریں اور اس طرح ہم اپنی اصل حیثیت وحقیقت کو فراموش کردیں ہم مسلمان تو مسلمان شریف انسان کہلانے کے بھی مستحق نہیں ہوں گے۔(۳)

(۳) مومن کا جذبہ تو یہ ہونا چاہیے کہ اگر ایمان واسلام کے ساتھ دنیا میں رہنا ممکن نہ ہو تو ہماری اولاد ذی شعور ہونے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھ جائے۔(۴)

(۲) حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا : میں صاف طور پر کہتا ہوں کہ ہندوستان میں کوئی فرقہ اتنا ذہین نہیں ہے، جتنا مسلمان، کسی فرقے میں اتنی انتظامی قابلیت نہیں ہے جتنی مسلمان میں ہے۔(۵)

عجیب لوگ ہیں دینداری کے نام پر A C کی مسجد بنانے تیار ہیں، ایک کروڑ کی مسجد بنانے تیار، لاکھوں روپیہ رنگ روغن پر خرچ کرنے تیار، چاہے مصلیوں کی تعداد اتنی نہ ہو، امام کی رہائش اور معقول خدمت کا نظم نہ ہو، اس علاقے میں اتنی مہنگی مسجد کا تقاضا نہ ہو، شوق پورا کرنے در ودیوار پر خرچ کرنے تیار، مگر مکتب کی تنخواہ اور ضروریاتِ مکتب پر

---

(۱) تکبیر مسلسل: ۴۸۵
(۲) تکبیر مسلسل : ۱۳۲
(۳) تکبیر مسلسل: ۳۰۰
(۴) تکبیر مسلسل: ۳۰۳
(۵) تکبیر مسلسل : ۳۱۹

معمولی رقم لگانے بھی تیار نہیں، مسجد عالی شان نہیں ہے، چھپّر کی ہے، مگر مکتب ہے تو ہزار جامع مسجدوں سے بہتر ہے جہاں مکتب نہیں چلتا، وہ بانج ہے اور یہ آباد ہے، در و دیوار سے زیادہ افراد پر خرچ کریں، افراد بن گئے تو در و دیوار خود محفوظ ہو جائیں گے، افراد بگڑنے کے بعد ان در و دیوار سے کیا خاک حاصل! حقیقت یہ کہ ایسے لوگ شوق تو پورا کرتے ہیں شریعت پر عمل کرنا نہیں چاہتے۔

اسکولوں میں دی جانے والی دینی تعلیم ناکافی ہے

اسکولوں میں دینی تعلیم کا تصور بھی تیزی سے فروغ پا رہا ہے، لیکن یہ بھی ہمارے مسئلہ کا مستقل حل نہیں ہوسکتا، پہلے تو اسکول کے لئے جگہ خریدنے کے لیے قومی سطح پر امداد، عمارتوں، کمروں اور تعلیمی وسائل کی فراہمی مہنگائی کے اس دور میں آسان نہیں، اس کے بعد اس کی سرکاری منظوری کے مراحل جوئے شیر لانے کے مصداق، جو لوگ اسکول قائم کرنے کی طاقت رکھتے ہیں ان کو روکنا مقصود نہیں ہے؛ مگر یہ خیال رہے کہ دینیات کی تعلیم کو اسکول میں سرکار کی ایک امتنائی حکم سے موقوف کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ہندوستانی آئین میں مذہب پر عمل کرنے اور اس کی تعلیم و تبلیغ کی دستوری آزادی نے اس مسئلہ کو بہت آسان کر دیا ہے، یہ اور بات ہے کہ اس حق کو ہم نے اپنی عمومی لاپرواہی کی وجہ سے ٹھیک طرح استعمال نہیں کیا، مسجد اور مسجد سے منسلک ایسی عمارتوں کا انتظام ہونا چاہئے جہاں مکتب کی اعلیٰ تعلیم کا مکمل منصوبہ روبہ عمل لایا جاسکے۔(۱)

مکاتب کا مکمل نظام اس لئے بھی ضروری ہے کہ اب تعلیم کی مقرر میعاد میں بچوں کو اسکول سے روک کر مدارس میں داخل نہیں کیا جاسکے گا۔ اسکول الحاد اور مادیت پسندی کا ایسا مرکز ہے، جس کے اپنے عقائد، نظریات اور فلسفۂ زندگی ہے، اسکی اپنی اخلاقیات اور نظام زندگی ہے، جس کے اثرات نے بڑے بڑے زاہدوں کو رند بنا کر چھوڑا ہے، تو عام مسلمان کس قطار و شمار میں ہو سکتے ہیں۔

علماء دین اور عمائدین قوم کو سمجھنا ہوگا کہ جو قافلہ گزر گیا اس نے اپنے حصہ کا کام انجام دے دیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنی مسوؤلیت کی ادائگی کے لئے خود کو آمادہ پاتے ہیں؟ (۱)

لازمی تعلیم کا قانون اور نئی تعلیمی پالیسی

۲۰۱۰ء میں شدید مخالفت اور طاقتور احتجاج کے نتیجے میں ''حق تعلیم'' (لازمی تعلیم کے قانون) سے مدارس دینیہ کو مستثنیٰ مانا گیا ہے، لیکن یہ استثناء لمبے عرصے تک جاری نہیں رہ سکے گا، اس قانون کی رو سے ۶ سے ۱۴ سال کی عمر تک کوئی بچہ سرکاری نظامِ تعلیم سے منقطع ہو کر کسی دور سے کام یا مذہبی تعلیم کے اداروں میں برداشت نہیں کیا جائے گا، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ قانوناً مجرم قرار دیا جائے گا۔

مدارس اسلامیہ خطرات کی زد میں

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مدرسہ ۱۴ سال سے کم عمر کے بچوں کو مدرسے میں داخل کرتا ہے تو وہ اپنی دانست میں کتنا ہی بڑا کار خیر انجام دے رہا ہو، ملکی قانون کی رو سے وہ مجرم ہوگا، ۱۴ سال ہم پرانے نظام کے لحاظ سے کہہ رہے ہیں، لیکن نئی تعلیمی پالیسی کے بعد یہ عمر ۳ سے ۱۸ سال تک بڑھا دی جائے گی۔ عام طور پر دینی اقامتی مدارس میں درجات حفظ اور عالمیت کی ابتدائی جماعتوں میں ۱۴ سال سے کم عمر ہی کے بچے داخل کیے جاتے ہیں، لہذا مدارس کو اس عمر کے طلبہ ملنا بند ہو جائیں گے، ظاہر ہے اس سے مدارس میں طلباء کی تعداد متاثر ہوگی بہت سے مدارس تو صرف حفظ قرآن مجید کے لئے مختص ہیں، اور دوسرے بڑے مدرسوں میں بھی خاصی تعداد درجات حفظ کے طلباء ہی کی ہوتی ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک غیر اقامتی مکاتب کو بہت بیدار اور منظم ہونے کی ضرورت ہے۔

مکاتب کو ایک طرف نئی تعلیمی پالیسی میں شامل غیر اسلامی بلکہ مشرکانہ سرگرمیوں سے

---

(۱) تجدید مکاتب کیوں اور کیسے؟: ۳۸

مرتب ہونے والے لازمی اثرات کے ازالے کی حکیمانہ تدابیر وضع کرنا ہے اور دوسری طرف مسلم معاشرہ کو درکار نیک، صالح اور اعلیٰ کردار کے حامل مومن مسلم نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کا کمر توڑ دینے والا بوجھ بھی اٹھانا ہے۔ موجودہ مکاتب اور وہاں کے نظام ونصاب، طریقۂ تعلیم کے انصاف پسندانہ تجزیہ کے بعد ہر صاحب بصیرت اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مذکورہ بالا دونوں ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے موجودہ مکاتب پوری طرح تیار نہیں ہیں۔

مکاتب کی ضرورت مدارس سے زیادہ ہے

ہمارے مسلمان بچوں کی وہ تعداد جو باضابطہ دینی مدارس میں پڑھ رہی ہے اور علمِ دین حاصل کر رہی ہے وہ عصری تعلیم گاہوں میں پڑھنے والے بچوں کی تعداد کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ایک سروے کے مطابق ہمارے ۹۸٪ بچے عصری تعلیمی اداروں میں جاتے ہیں اور ۲٪ طلبہ مدارسِ دینیہ میں زیرِ تعلیم ہیں، اگر دیکھا جائے تو عالم دین بننا فرضِ کفایہ ہے، جسے ۲٪ بچے پورا کر رہے ہیں، لیکن ایک اچھا دین دار مسلمان بننا، فرائض، حلال وحرام اور پاکی وناپاکی کا بنیادی علم حاصل کرنا تو ہر مسلمان پر فرض عین ہے، اس فرضِ عین کی ادائیگی کے لیے اگر ہمارے عصری تعلیمی اداروں کے نصاب ونظامِ تعلیم میں کہیں ضروری دینی مواد موجود نہیں ہے تو ایسے تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے اپنے مسلمان بچوں کو یہ مواقع فراہم کرانا اور اس کا اہتمام کرنا علمائے دین کی موروثی ذمہ داری شمار ہوگی۔ اس کی ایک اچھی اور آزمودہ شکل مکاتب قرآنیہ کا سلسلہ ہے، جس میں قرآن کریم حفظ یا ناظرہ، طریقۂ نماز، بنیادی ایمانیات اور ارکانِ اسلام بچوں کو سیکھنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ یہ مکاتب شام اور رات کے اوقات میں ہر مسجد میں قائم ہونے چاہئیں، تاکہ ہمارے مسلمان بچے اگر کسی غیر مسلم اسکول میں بھی جائیں تو ان کا ایمان وعمل محفوظ رہے۔

اہلِ مدارس مکاتب کو اولین ترجیح دیں!

ملکی ،سوبائی سطح پر عالمیت اور دورۂ حدیث کے مدارس کی ضرورت رہتی ہے ،مگر دینی تعلیم کی طرف توجہ مکاتبِ قرآنیہ سے ہی ہوتی ہے ،جہاں مکاتبِ قرآنیہ مستحکم ہوجاتے ہیں ،وہاں مدارس کو طلبہ فراہم بھی ہوجاتے ہیں ،اُمتِ مسلمہ کی نسل کا بڑا حصہ مدارس میں نہیں آتا ہے ،ارتداد وضلالت سے ان کی حفاظت صرف مکاتبِ قرآنیہ کرسکتے ہیں ،مکاتب کا خرچ نسبتاً تھوڑا لیکن نفع بہت نقد ہوتا ہے ،قوم بھی مدارس کے تعاون کی طرف راغب ہوتی ہے ، اساتذۂ مدارس بادل بن کر حسب سہولت وحسبِ مشورہ اطراف واکناف کے دیہاتوں میں بعد فجر ،بعد عصر ،ہفتہ میں کچھ دن مکتب چلائیں ،جمعہ پڑھائیں ،دینی باتیں بتائیں ،عالمیت کا نظام ،دورۂ حدیث اور بڑی تعمیرات کے غم میں مکاتب سے ہماری نگائیں اوجھل ہوتی جاری ہیں ،عوام الناس کے سامنے تقاضے جس اہمیت سے پیش کئے جائیں وہ اسی طرح اسے پورا کرتے ہیں ،اپنے فارغ مقامی طلبہ کی ان مکاتب میں کھپت کی جاسکتی ہے ،کم ازکم قریبی گاؤں کے نکاحوں ،جنازوں میں شرکت ،خاندانی تنازعات وہاں کے اماموں ومؤذن کی ترتیت کی جاسکتی ہے ،ان کی جزوی تنخواہ مکاتب کے نام سے دے کر قرآنی مکاتب کی طرف متوجہ کیا جاسکتا ہے ۔

علاقہ کے لوگوں کو صرف غلہ وصولی ،چندہ وصولی ،سالانہ جلسے کے موقع پر یاد کرنا ان کی حق تلفی ہے ،ان کو حقیقی نفع پہنچانے سے محروم کرنا ہے ،میڈیا و دشمنان اسلام کے الزامات وبدگمانیوں کے پھیلانے میں مدد کرنا ہے ،دوریاں ،غلط فہمیاں بڑھ گئی ہیں ،کام سو سال آگے کا ہو ،شہرت ونام سو سال پیچھے ہو ،مدارس کی خوش نما فلک بوس عمارتیں دشمنان اسلام کو زیادہ کھٹکتی ہیں جبکہ مکاتب گھن کے کیڑے کی طرح اندر سے باطل اسکیموں کو کھوکھلا کردیتے ہیں ، مدارس میں زیرتعلیم طلبہ کو پڑھانا ماہرین شریعت ،ترجمان اہل اسنت تیار کرنے کے لئے ہے ،جبکہ مکاتب اہل دیہات کے اسلامی تشخص کی سلامتی کا کام کرتے ہیں ،ریوڑ سے دور

رہنے والی بکری ضرور بھیڑیا کا لقمہ بن جاتی، غیروں کے تہوار میں شرکت، قادیانی، عیسائی بن جانا آئے دن ہر ہر جگہ کا عام سا واقعہ بن چکا ہے، اہل مدارس سے عاجزانہ التجاء ہے کہ مکاتب سے بے پرواہ نہ ہو؛ بلکہ اسے بھی ایک ترجیحی کام شمار فرمائیں۔(۱)

حاصل یہ کہ (۱) دینی مکاتب کے قیام کے سلسلہ میں عوام میں بیداری پیدا کی جائے، اسکے لیے دیگر ذرائع ابلاغ کے ساتھ نقیب، نائب نقیب، ضلع کی تنظیم کے ذمہ داران، ارکان شوریٰ وعاملہ، ارباب حل وعقد امارت شرعیہ، قضاۃ کرام، علماء کرام اور ائمہ مساجد سے مدد لی جائے۔

(۲) علاقہ کے بڑے مدارس اپنے وسائل کے اعتبار سے اپنے زیر اثر علاقوں میں دینی مکاتب کے نظام کو زیادہ سے زیادہ وسعت دینے کی طرف خصوصی توجہ دیں، اور ممکنہ حد تک اس نظام کو مؤثر ومفید بنانے کے لیے عملی اقدام کریں۔

(۳) جزوقتی مکاتب کے اس پورے نظام کو ملت کے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے ایک وسیع نیٹ ورک کے طور پر قائم کیا جائے تاکہ ملت کا کوئی بچہ ابتدائی دینی تعلیم وتربیت سے محروم نہ ہو۔

اہلِ مدارس اپنے سالانہ بجٹ کا دس فیصد مکاتب پر لگائیں

حضرت علی میاں ندویؒ نے فرمایا تھا: مجلس عمومی رابطۂ مدارسِ اسلامیہ عربیہ کا یہ کل ہند اجلاس ہے، مدارس اسلامیہ کے ذمہ دار حضرات کو اس طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ جن علاقوں میں بنیادی دینی تعلیم کا انتظام نہیں ہے ان علاقوں میں اپنے مدارس کے زیر انتظام مکاتب دینیہ کا نظم قائم کیا جائے، جن ناخواندہ اور پسماندہ علاقوں میں دینی تعلیمی ادارے ہیں وہاں جہالت کا فائدہ اٹھا کر باطل تنظیمیں مثلاً قادیانیت، عیسائیت وغیرہ سرگرم

(۱) منظم مدارس: ۲/۳۰، مفتی ابوبکر جابر قاسمی، مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

ہو جاتی ہیں اور مسلمانوں کو اپنے دامِ فریب میں الجھانے کی کوششیں کرتی ہیں۔

اس لیے مدارس کے ذمہ دار حضرات اپنے اپنے مدرسوں کی شاخوں کے طور پر حسبِ ضرورت مکاتب قائم کر کے ان میں بنیادی تعلیم کا انتظام فرمالیں اور اس کے لیے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کی تجویز کو بروئے کار لائیں کہ مدرسہ اپنے سالانہ بجٹ کا دس فیصد حصہ مکاتب کے قیام اور انتظام وانصرام میں صرف کرے اور اس کی سالانہ رپورٹ مرکزی دفتر رابطہ دارالعلوم کو مطلع فرماتے رہیں۔(۱)

پہلے اپنی ذات کو متحرک کیجئے، وقت کم کام زیادہ ہے

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا: دینی تعلیمی تحریک کوئی ایسی تحریک نہیں ہے جسے آپ سرسری نظر سے دیکھتے ہوئے گزر جائیں..... تحریک کی کامیابی کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ آپ خود اپنی ذات کو متحرک کریں، اپنے اندر جذبہ اور جوش اپنے ذہن ودماغ میں فکر اور اپنے قلب وجگر میں احساس اور تڑپ پیدا کریں، آپ یہ سمجھیں کہ تحریک کے میدان میں جدوجہد کے لیے آپ تنہا ذمہ دار ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے ہم میں سے ہر ایک فرد عزم کرے کہ صرف مجھ کو تحریک چلانی ہے۔کسی منزل میں ایک دوسرے کا انتظار نہ کیجیے۔وقت کافی گذر چکا ہے اور اب وقت کم اور کام زیادہ ہے ایک دوسرے کا ساتھ ڈھونڈھنے کا وقت نہیں ہے۔خود اٹھے اور کام شروع کیجیے اور اس بات کا یقین رکھیے کہ اگر آپ کا مقصد صحیح ہے تو آپ کے ساتھ اللہ کی مدد آئے گی اور رفیق وکارکن خود بخود بہم ہو جائیں گے۔آپ کے ساتھ چلنے والے رفیقوں اور کام کرنے والے کارکنوں کی کمی باقی نہیں رہ سکتی آپ کے جذبے اور آپ کی لگن سے دوسروں کے لیے خود بخود کشش پیدا ہو جائے گی۔(۲)

---

(۱) ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مئی تا اگست :۲۰۰۴

(۲) تکبیر مسلسل :۶۱۳

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب کی جوانی کی محنت

حضرت فرماتے ہیں پنجم و ششم کے زمانے سے ہی امامت تھی، مسجد قادریہ سعید آباد میں امامت تھی، فیض العلوم میں تدریس، دارالعلوم حیدرآباد جو پرانی جگہ پر تھا وہاں سائیکل سے حاضری، پھر عصر کی نماز میں سائیکل سے مسجد قادِریہ حاضر ہو جاتا تھا، متولی سخت مزاج کے تھے، کتنی دور سے آرہا ہوں یہ بھی نہیں دیکھ رہے تھے، لیکن سائیکل اچھی رکھتا تھا، شکایت کا موقع کم دیتا تھا، پھر حضرت محی السنہؒ تشریف لائے تو خیرت آباد کی قطب شاہی مسجد میں استاذ کی ضرورت تھی مکتب پڑھانے، حضرت نے تبادلہ کر دیا کہ خیرت آباد کی قطب شاہی مسجد جا کر پڑھائیں، سعید آباد سے خیرت آباد جانا گرمی کے موسم میں بھی چار بجے نکل کر عصر پڑھانے کے لئے مسجد آجانا، ایک دفعہ حضرت (محی السنہؒ) سے عرض کیا سائیکل پر اتنی دور جانا، آنا بہت مشکل ہو رہا ہے تو حضرت نے فرمایا: سائیکل کی پائنڈل پر جب پیر رکھا کرو تو سوچ لو کہ اگر ہمارے بڑے بھی ہمت ہارتے تو آج ہم حافظ نہ ہوتے، ہم دیندار نہ ہوتے، ہمارے بڑوں نے ہمت نہ ہاری تو ہمیں بھی ہمت نہیں ہارنی ہے تاکہ بعد کی نسل کو دین ملے، یہ سوچ لو مشکل آسان ہو جائے گی۔

حضرت محی السنہؒ کی محنت

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ”حضرت محی السنہؒ جوانی میں گاؤں گاؤں جا کر محنت کرتے، لوگوں کو دین سمجھاتے ہاتھوں میں چھالے پاؤں میں آبلے ہو گئے، یہ ان لوگوں سے ہم نے سنا جو حضرت کو دیکھے ہیں، اس قربانی کے بعد بدعت ختم ہو کر سنت زندہ ہوئی، حضرت محی السنہؒ فرماتے ہیں کہ ”کبھی کسی پر بوجھ نہیں بنا، کبھی چنے وغیرہ رکھ لیتا وہی کھالیتا، کسی پر دعوت وضیافت کا بھی بوجھ نہیں ڈالا“۔

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ خلیفہ حکیم الامتؒ کا واقعہ

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حکیم الامتؒ ابتدائی دور میں اپنی ذاتی رقم سے محنت کرنے لگے ،لوگوں نے پھر بھی یہاں تک ستایا کہ آخر ترکِ وطن کرنا پڑا، اعظم گڑھ کی تحصیل پور میں رہنے لگے اور جب مدرسہ قائم کیا تو حضرت کے پاس کچھ نہیں تھا، ۸-۱۰ فٹ کا ایک گڑھا کھود کر اس میں بال بچوں کو لے کر رہنے لگے، دو پہر کو اس کے اوپر چٹائی ڈال دیتے، پیشاب پاخانے کے لئے کھیت میں چلے جاتے، جب بارش ہوتی گڑھے میں پانی بھر جاتا تو قصبہ میں جا کر پناہ لیتے، اس طرح ابتدائی دور میں کام ہوا، پھر اللہ نے آپ کے ہاتھ عالمی شخصیات بنایا، ظاہر ہے ابتداء ہی سے قالین نہیں بچھائے جاتے۔(۱)

مولانا یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ

آپؒ فرماتے ہیں ''میں کبھی سوچتا ہوں کہ خدانخواستہ اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ مجھ پر خدمت دین کے سارے دروازے بند ہو جائیں تو میں کیا کروں گا؟ میں ایسا گاؤں تلاش کروں گا جہاں کی مسجد غیر آباد ہو، وہاں جا کر اپنے پیسوں سے ایک جھاڑو خریدوں گا اور مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کروں گا، پھر خود اذاں دوں گا اور لوگوں کو نماز کی دعوت دوں گا، جب وہ مسجد آباد ہو جائے گی تو دوسری تلاش کروں گا، اور وہاں بھی ایسا ہی کروں گا۔(۲)

آج بھی یہ علماء تیار ہیں کہ اگر وہ دن آئے کہ پیٹ پر پتھر باندھنا پڑے تو ضرور باندھیں گے، دوسری سنتوں پر عمل کیا راحت ملی اس سنت پر عمل کریں گے، ہوسکتا ہے قوم کے بچوں کو ہدایت مل جائے، کیونکہ مکاتب کی تعلیم اس ملک میں بچوں کیلئے نہ صرف ایمان بلکہ جان وعزت کی بھی حفاظت کی ضامن ہے، حضرت نظام الدین اولیاء دسترخوان پر مہمانوں کا

---

(۱) سب کے لئے، ابن غوری: ۲۴

(۲) سب کے لئے، ابن غوری: ۲۶

پس خوردہ کھایا کرتے تھے، آخری عمر میں کمزوری آگئی خادم عبدالرحیم نے تازہ کھانا لایا مگر آپ نے انکار کردیا، اصرار کرنے پر فرمایا: دلی کی سڑکوں پر کتنی مائیں اپنے بچوں کو بھوکا سلا دیتی ہیں، کھانے کا مجھے بھی من کرتا ہے، مگر نبی کی امت کے فاقہ کو دیکھ کر کھایا نہیں جاتا کہ کل میرے نبی ﷺ کو کیا منہ دکھاؤں گا، آج کے علماء جو محنت ومجاہدہ کررہے ہیں وہ واقعتاً قابل تعریف ہیں ۔جو کام اہلِ ثروت کو کرنا چاہئے مالی تعاون کا بوجھ بھی اٹھارہے ہیں اور اپنی ذمہ داری بھی پوری کرکے قوم کے بچوں کے ایمان کی حفاظت بھی کررہے ہیں ۔

اسلامک اسکول اور مکاتب کا تقابل

یہ بات بالکل واضح ہے کہ سرکاری تعلیمی ادارے اور پرائیویٹ تعلیمی ادارے مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کی ضرورت کو کسی بھی صورت میں مکمل نہیں کرسکتے ، بلکہ المیہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے ازخود جو تعلیمی ادارے قائم کیے ان میں دینی تعلیم کا کوئی مؤثر اور معقول انتظام نہیں کیا جاسکا کہیں برائے نام دینیات یا اسلامیات کے نام پر ایک مضمون شامل کردیا گیا، جس کو بے دلی کے ساتھ اساتذہ پڑھاتے ہیں، جس کی وجہ سے مسلمان بچوں کو ابتدائی دینی معلومات بھی خاطرخواہ حاصل نہیں ہوپاتی ،بہت سے مسلم اسکولوں نے قرآن کو سرے سے شامل نصاب ہی نہیں رکھا، ان کا یہ مفروضہ ہے کہ قرآن ناظرہ کی تعلیم مساجد اور گھروں میں حاصل ہوجاتی ہے، حالاں کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جز وقتی مسجد میں پڑھنے والے بچوں اور اسکولوں میں پڑھنے والے مسلم بچوں کی تعداد میں کوئی مناسبت نہیں ہوتی ،جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلم اسکولوں میں پڑھنے کے باوجود مسلمان بچے قرآن کی تعلیم سے محروم ہیں، سچر کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں یہ ایک اہم انکشاف بھی کیا ہے کہ مسلمانوں میں مدرسہ جانے والے بچوں کی تعداد محض ۱/ ۲ فیصد ہے اور باقی قابل تعلیم بچوں کی کثیر تعداد عام اسکولوں میں تعلیم پاتی ہے، عام اسکولوں کا دینی تعلیم کے تئیں کیا رویہ ہے اس کا اندازہ اس رپورٹ سے ہوجائے گا کہ ریاست آندھرا پردیش کے مسلمانوں کے فروغ کے لیے

کوشاں ایک ذمّے دار کے یہ احساسات صورتِ حال کو سمجھنے میں مددگار ہوں گے:

''حیدرآباد کے ۹۰ فیصد انگریزی میڈیم کے اسکول میں پڑھنے والے مسلم بچے قرآن کی تعلیم سے محروم ہیں۔''

اس کے علاوہ مہاراشٹر ممبئی کے ایک تعلیمی ادارے نے ہائی اسکول کی سطح پر مسلم بچوں کی دینی معلومات کا جائزہ لے کر اس حقیقت پر روشنی ڈالی کہ جدید علوم اور معلومات کے سلسلے میں ان کے نمبر امتیازی تھے اور اسلامیات کی بنیادی معلومات کے سلسلے میں انھوں نے ۹۱ فیصد مارکس حاصل کیے۔

گجراتیوں کی خصوصیت قابل تعریف وقابل تقلید

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں: یہ ایک حقیقت ہے کہ مغربی ملکوں نے مذہب سے اپنا رشتہ پوری طرح توڑ لیا ہے اور اگر کوئی اپنے آپ کو عیسائی کہتا ہے تو وہ محض روایات کے طور پر ایک تہذیب کے نقطۂ نظر سے، یعنی کچھ مذہبی رسوم ہیں، جو بطورِ عقیدہ کے انجام نہیں دیئے جاتے؛ بلکہ اب وہ تہذیب اور روایت کا حصہ بن چکے ہیں، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ جو مسلمان وہاں آباد ہیں اور خاص کر گجراتی مسلمان، کہ ہندوستان سے زیادہ تر وہی اس ملک میں پہنچے ہیں، ان کی نئی نسل میں بھی دین داری کا رجحان بہت ہی قابل تعریف اور لائق تحسین ہے، ایک ایسے ملک میں جہاں یوں محسوس ہوتا ہے کہ لباس عورتوں کے لئے ایک ناقابل برداشت بوجھ ہے، اور جہاں نوجوان لڑکے نت نئے فیشن کے پرستار ہیں، وہاں بھی مسلمان خواتین کی اچھی خاصی تعداد برقعہ پوش ہے، یا کم سے کم چہرہ کے علاوہ پورا جسم بشمول سر کے ڈھنکا ہوا ہے، اور نوجوان لڑکوں کے چہروں پر کثرت سے داڑھیاں ہیں اور ان کی اچھی خاصی تعداد مشرقی لباس اور اسلامی وضع قطع کی حامل ہے۔

اس کے اسباب یوں تو گھریلو ماحول اور طبعی سلامت رَوی، دینی تحریکوں اور جماعتوں سے تعلق اور خاص کر حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی تحریک دعوت وتبلیغ کی محنت علماء

اور مشائخ سے تعلق وارتباط وغیرہ بھی ہے؛ لیکن سب سے اہم کردار اس میں نظام مکاتب کا ہے، ریاست گجرات میں بہت زمانہ سے ایک نظام یہ ہے کہ گاؤں گاؤں میں مکاتب قائم ہیں، جو طلبہ عصری درسگاہوں میں پڑھتے ہیں ان کے لئے ان مکاتب میں پڑھنا ضروری سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی بچہ مکتب کے اوقات میں کھیلتا ہوا مل جائے تو محلہ کے لوگ بے تکلف بچہ کے سرپرست سے پوچھ بیٹھتے ہیں، کہ یہ مکتب نہیں جارہا ہے؟ اور سرپرست کو شرمسار اور معذرت خواہ ہونا پڑتا ہے، عام طور پر مکتب کی تعلیم سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ یہ قاعدۂ بغدادی اور پارۂ عم جیسے تیسے پڑھادیا جائے اور چند کلمات اور دُعائیں یاد دلادی جائیں، بس یہ کافی ہے، یقیناً کچھ نہ ہونے کے مقابلے میں ہونا بہتر ہے؛ لیکن گجرات کے نظم مکاتب کی سطح اس سے بہت بلند ہے، یہاں عام طور پر میٹرک تک آٹھ دس سال مکتب کی تعلیم ہوتی ہے، روزانہ ڈھائی گھنٹہ بچوں کا وقت لیا جاتا ہے، ایک معلم پندرہ، بیس طلبہ کو پڑھاتے ہیں، ناظرہ قرآن تجوید کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے، کچھ پارے حفظ کرائے جاتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ساتھ آیات واحادیث کے ترجمے، ایمانیات، مسائل واحکام، سیرتِ نبوی وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور بعض جگہوں پر عربی زبان کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ گجرات کے مسلمان تاجر پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، وہ جہاں بھی گئے مکتب کا یہ نظام بھی اپنے ساتھ لے کر گئے، اس لئے ان کی نئی نسل پر دین داری کی جھلک نمایاں طور پر محسوس کی جاتی ہے، چاہے وہ کتنے ہی مخالف اِسلام ماحول میں ہوں، وہ دوسرے مسلمانوں سے اپنے دینی ربط وتعلق کی بناء پر نمایاں محسوس ہوتے ہیں، برطانیہ میں چوں کہ ۱۶ سال کی عمر تک سرکاری نصاب کے مطابق تعلیم حاصل کرنا ہر بچہ پر لازم ہے، اس لئے اتنی عمر تک بچے پابندی سے مکتب کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اس طرح وہ نیم مولوی تو ہو ہی جاتے ہیں اور بعضے قرآن مجید کا حفظ بھی مکمل کر لیتے ہیں۔

مکتب کی تعلیم کی کرامت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ کر ایسے ہی تشہد سکھاتے تھے جیسے مکتب کے بچے سیکھا کرتے ہیں۔

"ان ابابکر کان یعلمھم التشھد علی المنبر کما یعلم الصبیان فی الکتاب"۔(۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضراتِ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں مکاتب کا حال بیان کرتے ہیں کہ مکتب پڑھانے والے کے یہاں ایک مٹی کا برتن ہوا کرتا تھا، ہر لڑکا اپنی باری سے اس میں پاک پانی لاکر ڈالتا، جس سے تمام لڑکے اپنی تختیوں پر لکھی ہوئی تحریر کو مٹاتے، پھر وہ ایک گڑھا کھودتے اس میں اس پانی کو ڈال دیتے جس میں وہ پانی جذب ہو جاتا۔(۲)

حضرت انسؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے ایام طفولت کے دس سال گذارے، انکی والدہ محترمہ اپنے بیٹے کو لیکر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا" ھذا أنس یخدمک "" اللہ کے رسول! یہ انس ہے، آپ کی خدمت میں رہے گا" حضرت انسؓ آپ کی خدمت میں رہے، آپ ﷺ کی تربیت ونگرانی سے فیض حاصل کیا، ایک بچہ جس نے کم وبیش دس سال کا عرصہ حضور ﷺ کی خدمت میں گذارا، وہ آپ کی حسن تربیت اور کریمانہ اخلاق کو اس طرح بیان کرتا ہے :

"میں نے حضور ﷺ کے ہاتھ سے زیادہ نرم وگداز کوئی ریشم وحریر نہیں دیکھا، اور نہ حضور ﷺ کے جسم مبارک کی خوشبو سے زیادہ حسین کوئی خوشبو سونگھی ہے، میں حضور ﷺ کی

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۹

(۲) آداب المعلمین لابن سحنون: ۴۰۔۴۱

خدمت میں دس سال رہا،اور اس مدت میں آپ ﷺ نے مجھ سے کبھی اف تک نہیں کہا،میں نے کوئی کام کیا تو اس پر ڈانٹتے ہوئے کبھی یہ نہیں فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟، اگر کوئی کام نہیں کیا تو بھی یہ نہیں فرمایا : تم نے ایسا کیوں نہیں کیا''دس سال کی مدت معمولی نہیں ہوتی،اس طویل مدت میں آپ ﷺ کے حسن اخلاق وحسن تربیت کا مرقع حضرت انس ؓ نے یہ بیان فرمایا ہے،اساتذہ وسرپرستوں کو جہاں یہ اخلاق سیکھنے چاہئیں وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں کی تربیت کے لئے استاذ کی نگرانی کم ازکم دس سال ہونی چاہئے ۔اسلئے مکاتب میں جلدی فارغ کرنے کے بجائے انہیں لمبا نصاب دیا جانا بہتر ہوگا۔

''ما مسست ديباجا ولا حريرا ألين من كف رسول الله ﷺ، ولا شممت رائحة قط أطيب من رائحة رسول الله ﷺ، ولقد خدمت رسول الله ﷺ عشر سنين فما قال لي قط :أف، ولا قال لشيء فعلته :لم فعلته، ولا لشيء لم أفعله :ألا فعلت كذا''(۱)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مکتب کی تعلیم

حضرت امام صاحب یتیم تھے،والدہ نہایت محبت وشفقت سے تعلیم وتربیت کرتی،بچپن میں مکتب میں تعلیم حاصل کرتے وقت ہی آپ کی شرافت،نیک نیتی اور بزرگی کا شہرہ ہوگیا تھا۔ ابوعقیل ؒ راوی کا بیان ہے''احمد بن حنبل ؒ مکتب میں ہمارے ساتھ تھے،وہ اس وقت بہت چھوٹے تھے اور ہم طلبہ ان کی بزرگی سے واقف تھے''۔''كان في الكتاب معنا وهو غميم نعرف فضله''لوگ جب اپنے گھروں کو خط لکھتے تو ان کی عورتیں مکتب کے معلم کے ہاں کہلا بھیجتی تھیں کہ احمد بن حنبل ؒ کو بھیج دو، تاکہ وہ ہمارے خطوط کے جواب

(۱) متفق علیہ

لکھدیا کریں، آپؒ سر نیچا کیے گھروں میں جاتے، ان کے خطوط لکھتے کبھی کوئی نامناسب بات ہوتی تو اس کو نہیں لکھتے تھے، ایک مرتبہ ایک حاکم نے امام صاحب کے چچا کو خط لکھا، چچا نے جواب لکھ کر ان کو یہ کہہ کر دیدیا کہ قاصد آئے تو یہ اسے دیدینا، قاصد نے جواب کا تقاضا کیا تو چچا نے کہا: کیا احمد نے تمھیں خط نہیں دیا؟ امام احمد کو بلا کر پوچھا تو فرمایا: خط میں فلاں بات نامناسب تھی اسلئے میں نے خط طاق پر رکھدیا، امام صاحبؒ نے مکتب کی تعلیم کے بعد سولہ سال کی عمر میں حدیث کی تعلیم شروع کی۔(۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی بچپن کی تعلیم

حضرت شیخ محدث دہلویؒ ماہ محرم ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے، شاہ سوری کا زمانہ تھا، والد ماجد نے خاص تربیت وتعلیم کے ذریعہ آپ کے افکار واذہان کو منور ومجلیٰ کر دیا، آپ کو علوم عقلیہ ونقلیہ، ظاہری وباطنی میں کمال پیدا ہوگیا، دو تین مہینے میں قرآن شریف ختم کرلیا، قریب ایک مہینہ میں لکھنے کا ڈھنگ سیکھ لیا، فارسی میں گلستاں، بوستاں، دیوانِ حافظ، ابتدائی عربی، میزان، مصباح، کافیہ کا درس والد صاحب سے لیا۔ پھر آپ فرماتے ہیں: میں نے قلیل عرصے میں تمام کتابوں پر عبور حاصل کرلیا اور ادب وعربیت، منطق وکلام کی کتابوں پر مکمل دستگاہ ہوجانے کے بعد سات آٹھ برس بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ تک بعض ماوراء النہر علماء سے اس طرح درس لیا کہ شب وروز میں صرف دو تین ساعت کے لیے مطالعۂ غور وفکر اور مشغولیت سے فارغ رہتا۔(۲) بارہ تیرہ سال کی عمر میں شرح شمسیہ اور شرح عقائد جیسی دقیق اور معرکۃ الآرا کتابیں پڑھ لیں، اور پندرہ سولہ سال میں مختصر ومطول اور اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ پڑھ کر ان پر عبور حاصل کرلیا۔

---

(۱) سیرت ائمہ اربعہ: ۲۰۰۔

(۲) اخبار الاخیار: ۲۹۱

حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کی مکتب کی تعلیم

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی 1303 ھ میں مولانا محمد اسماعیل کاندھلویؒ کے گھر میں پیدا ہوئے 1314 ھ میں اپنے بڑے بھائی مولانا محمد یحییٰؒ (والد ماجد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ) کے پاس گنگوہ آگئے، جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ میں مقیم تھے اور بڑے بھائی سے پڑھنا شروع کیا، اس طرح حضرت گنگوہیؒ کی صحبت ومجالست کی دولت شب وروز حاصل رہی۔ 1323ھ میں حضرت گنگوہیؒ دنیا سے رحلت فرما گئے، مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کا تقریباً آٹھ برس کا عرصہ حضرت گنگوہیؒ کی صحبت میں گزرا، حضرت گنگوہیؒ بچوں اور طالب علموں کو بیعت نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کو بیعت کر لیا تھا، ایک مرتبہ آپ نے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ حضرت! ذکر کرتے ہوئے میرے دل پر بوجھ محسوس ہوتا ہے، حضرت گنگوہیؒ یہ سن کر متفکر ہوئے اور فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے اس قسم کی شکایت کی تھی تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے جواب فرمایا تھا کہ "اللہ تعالیٰ آپ سے کام لیں گے۔" آپؒ کے ہم عمر وہم مکتب حضرت ریاض الاسلام صاحب کاندھلویؒ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مکتب میں پڑھتے تھے، ایک دن آپؒ لکڑی لے کر آئے اور کہا:

"آؤ میاں ریاض الاسلام، چلو، بے نمازیوں پر جہاد کریں"۔(۱)

مفتی ہند حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی ابتدائی تعلیم

حضرت مفتی کفایت اللہ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو بھارت کے صوبے اتر پردیش کے علاقہ شاہ جہاں پور میں پیدا ہوئے، پانچ سال کی عمر میں حافظ برکت اللہ صاحب کے مکتب شاہجہاں پور میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا، اسی مکتب میں آپؒ نے ناظرہ قرآن کی تعلیم

---

(۱) مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت: ۴۹

حاصل کی، اس کے بعد اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم حافظ نسیم اللہ کے مکتب واقع محلہ میں حاصل کی۔(۱) آپکے والد شیخ عنایت اللہ نہایت نیک نفیس صاحب تقوی بزرگ و نادار تھے، اخراجات پورا کرنے کیلئے آپ ٹوپیاں بنا کر فروخت کرتے تھے، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخل ہوئے، دو سال تک وہاں پڑھا، ۱۳۰۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے حضرت شیخ الہند اور دیگر اکابر اساتذہ کرام سے علوم وفنون کی کتابیں پڑھ کر ۱۳۱۵ھ میں مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی اور حضرت شیخ الہند سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کی ابتدائی تعلیم

اپنے والد ماجد محمد یحیی کاندھلویؒ سے قرآن حفظ کیا۔ مولانا زکریا فرماتے ہیں کہ قرآن یاد کروانے کا طریقہ کار والد صاحب کا طریقہ انوکھا تھا کہ ایک صفحہ یاد کرنے کو دے دیتے اور فرماتے کہ 100 مرتبہ پڑھو پھر چھٹی۔ اس طرح مولانا نے قرآن پاک حفظ کرلیا۔ (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، از مولانا ابوالحسن علی الندویؒ) آٹھ سال کی عمر تک گنگوہ کی خانقاہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی سے پڑھیں اور بقیہ علوم وفنون اور حدیث کی کتابوں کی تکمیل مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے کیں، ۱۹ سال کی عمر میں درس وتدریس میں مصروف ہوئے، 26 سال کی عمر میں بخاری شریف اور حدیث کی دیگر کتابوں کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی سلسلہ شروع فرمادیا۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی بچپن کی

(۱) بڑوں کا بچپن: ۶۳_۶۶

تعلیم

آپ ۶ محرم ۱۳۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔آپؒ کے والد محترم مولانا حکیم عبدالحیؒ آپکی چھوٹی عمر میں انتقال فرما گئے۔آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالعلی اور آپکی والدہ ماجدہ نے آپکی خاص انداز میں تربیت کی، بالخصوص زمانہ تعلیم کے دوران آپ کی والدہ نے آپ کو جو ترغیبی خطوط لکھے ہیں وہ بلا کی تاثیر رکھتے ہیں بلاشبہ حضرت مولانا کی ذات کو عبقری شخصیت بنانے میں ان خطوط اور والدہ کی تربیت کا بے حد اثر ہے خط کے درمیان میں جب وہ اپنے اس ہونہار ولاڈلے بیٹے کو" علی!' کہہ کر مخاطب ہوتیں تو اگلا جملہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہوتا، پاکیزہ گھرانے کی تربیت کا اثر ہے کہ ایک صدی سے زائد عرصہ بیت چکا ہے مگر دنیا بھر میں شرق ہو یا غرب، عرب وعجم میں ان کی داعیانہ اور مجتہدانہ اور مؤرخانہ اور عالمانہ زندگی کا آج بھی شہرہ قائم ودائم ہے، بچپن میں اپنے ذوقِ مطالعہ کا حال لکھتے ہوئے حضرت مولاناؒ اپنی خودنوشت سوانح" کاروان زندگی" میں تحریر فرماتے ہیں :''کتب بینی کا یہ ذوشوق سے بڑھ کرلت، اور بیماری کی حدتک پہنچ گیا تھا کہ کوئی چھپی ہوئی چیز سامنے آجائے تو اس کو پڑھے بغیر چھوڑ نہیں سکتے تھے، جو پیسے ملتے ان کا ایک ہی محبوب مصرف تھا کہ ان سے کوئی کتاب خریدی جائے، اس سلسلے میں میری ایک دلچسپ کہانی یہ ہے کہ میرے پاس کچھ پیسے آگئے، میں اتنا چھوٹا تھا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کتاب کتب فروشوں کے یہاں ملتی ہے اور ہر چیز کی دوکان الگ ہوتی ہے، میں کسی دوافروش کی دوکان پر پہنچا غالباً سالومن کمپنی تھی، میں نے پیسے بڑھائے کہ کتاب دیجئے، دوکان دار نے سمجھا کہ شریف گھرانے کا بھولا بھالا بچہ ہے، کیمسٹ کی دوکان پر کتاب تو کیا ملتی اردو میں دواؤں کی فہرست مجھے بڑھادے دی اور پیسے بھی واپس کردیئے، میں پھولے نہ سماتا، کہ کتاب بھی مل گئی اور پیسے

بھی واپس آگئے خوش خوش گھر پہنچا اور اسے اپنے چھوٹے سے کتب خانہ میں سجایا"۔(۱)

آپؒ فرماتے ہیں : "میری بسم اللہ اگرچہ رائے بریلی میں ہوگئی تھی لیکن لکھنو ہی میں جہاں اصل مقام تھا قرآن شریف ختم کیا۔ مجھے وہ ہلکی سی ضیافت بھی یاد ہے جو اس تقریب کی خوشی میں ہوئی تھی، میری مکتب نشینی تو مسجد نوازی میں ہوئی تھی۔ (۲)

علامہ اقبالؒ کی بچپن کی تعلیم کا اثر

محمد اقبال کی پیدائش ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ (پنجاب) میں پیدا ہوئی، والدین نے شروع سے ہی تعلیم وتربیت کی طرف خاصہ دھیان دیا، چنانچہ یہ والدین کی تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ صبح جلد اٹھ کر دیر تک قرآن کی تلاوت کرنا بچپن سے اقبال کا معمول تھا، آپ کے والد نے کسی صبح قرآن پڑھتے وقت ہی ننھے اقبال کو نصیحت کی تھی کہ : بیٹا، جب تم قرآن کو پڑھو تو یہ سمجھو کہ تم ہی پر اترا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہمکلام ہے، ننھے اقبال نے اچھے بچوں کی طرح ابا کی اس نصیحت کو گرہ میں باندھ لیا اور عمر بھر نہیں بھولے، انہوں نے ابتدائی تعلیم مکتب سے حاصل کی تھی، اسکولی تعلیم کے زمانے میں آپ سیالکوٹ کے مختلف مساجد ومکاتب میں علماء کی خدمت میں حاضر ہو کر فارسی پڑھا کرتے تھے۔(۳)

حسن البنا شہیدؒ پر مکتب کا اثر

حسن البناء، محمودیہ (مصر) میں اکتوبر ۱۹۰۶ء کو پیدا ہوئے، دین دارانہ ماحول میں پرورش پائی، ابتدائی تعلیم والد کی نگرانی میں ہوئی، پھر مدرسہ تحفیظ القرآن میں داخلہ لیا، بچپن سے ہی آپ کی ذہانت کے آثار عیاں تھے، بعدہ مدرسۃ الرشاد الدینیہ میں داخل ہوئے اور

---

(۱) کاروانِ زندگی : ص، ۸۵

(۲) کاروان زندگی: ۱/ ۵۰۔ ۵۱

(۳) جی چاہتا ہے نقش قدم چوم لو: ۷۳

قرآن یاد کرنا شروع کیا مدرسے میں جب تعلیم کا معیار متاثر ہونے لگا تو آپ نے اپنے ابا سے وعدہ کیا کہ وہ آدھا قرآن تو حفظ کر چکے ہیں بقیہ وہ گھر پر ہی حفظ کر لیں گے لیکن انہیں مدرسے سے نکال کر اسکول میں داخل کر دیا جائے، والد نے اپنے سعادت مند بیٹے کے کہنے پر اطمینان کا اظہار کیا اور انہیں مدرسہ امدادیہ (مڈل اسکول) میں داخلہ دلا دیا۔

عشاء سے لیکر سونے تک وہ اسکول کے اسباق یاد کرتے اور صبح اٹھ کر فجر سے لے کر اسکول کی روانگی تک قرآن حفظ کرتے، مزید حسن البناءؒ وہ فجر میں نماز سے قبل محلہ کے لوگوں کو جگایا کرتے تھے۔ (۱)

حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ

استاذ گرامی، ان موفق اور بافیض علماء میں سے ہیں جن سے اللہ رب العزت نے تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف کا خوب کام لیا، شمالی گجرات کا مردم خیز اور متدین علاقہ پالن پور، ضلع بناس کانٹھا، مقام کالیڑہ میں ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں حضرت کی ولادت باسعادت ہوئی، والد محترم نے بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی، پہلے گاؤں کے مکتب سے اکتساب فیض کیا۔

(۱) جی چاہتا ہے نقش قدم چوم لو: ۱۹۱

معیاری مکاتب کے لئے چند ضروری آداب

تعلیمی کورس میں تنوع کی ضرورت ہے

ایک عجیب المیہ یہ ہے کہ مکاتب میں پڑھائے جانے والے کورس کی کل مدت ۶/۷ سال ہیں؛ یعنی پانچ سے بارہ سال کے طلبہ ہیں، پھر دینی تعلیم کا یہ سلسلہ تاعمر منقطع ہوجاتا ہے،لیکن اسکول اور کالج میں تعلیمی سلسلہ برابر جاری رہتا ہے،مکتب سے فارغ ہونے کے بعد مسجد کے ساتھ بھی بچہ کا تعلق نہ کے برابر رہ جاتا ہے،اس وجہ بچہ کی عدم دلچسپی نہیں ،بلکہ تعلیم کا کوئی انتظام سرے سے موجود ہی نہیں ،زیادہ سے زیادہ کہیں حفظ کی تعلیم کا اضافی انتظام کردیا جاتا ہے،ورنہ عام طور پر تیرہ سے بیس سال کی عمر کے بچے دینی اور اخلاقی تعلیم سے بالکل لاتعلق ہوجاتے ہیں،یا پھر انھیں اسکول یا کالج سے بالکلیہ انقطاع کرکے مدارس اِسلامیہ کا رخ کرنا پڑتا ہے،کئی دہائیوں سے یہ نظام اسی طرح جاری ہے،اس کے اس قدر جامد ہونے سے یہ محسوس ہوتا ہے گویا دینی تعلیم کا واجبی (فرض عین) کورس اس سے آگے کچھ ہو ہی نہیں سکتا پچھلے ۷۰ سالوں سے اس سمت میں کوئی حرکت نظامِ مکاتب کے ذمہ داروں کی طرف سے سامنے نہیں آیا۔اس مقابلے میں عصری تعلیمی میدان میں مختلف النوع کورسیز اس قدر بڑھ گئے ہیں کے جی (KG) سے پی جی (PG) تک طالب علم کی عمر ۲۵ سال ہوجاتی ہے اور پھر یہ سلسلہ یہیں پر موقوف نہیں ہوجاتا،بلکہ پیشہ وارانہ مصروفیت کے ساتھ نت نئے کورسیز کی گنجائش اس کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور لوگ طویل مدت تک تعلیمی سلسلہ سے وابستہ رہتے ہیں۔

۱/۲/۳ گھنٹوں کی غیر دلچسپ وجبری مذہبی تعلیم کے مقابلے میں باطل نے دلچسپ،جاذب اور بچوں کے طبعی میلانات کو مدنظر رکھ کر سمعی و بصری وسائل تعلیم کو بے پناہ فروغ دے دیا ہے۔موبائل ،یوٹیوب اور برقی کھیلوں نے ایسا طوفان برپا کردیا ہے کہ اچھے اچھے شریف گھرانوں سے ان کی تہذیب وروایات کا جنازہ اٹھ رہا ہے۔

مسلم گھرانوں سے اداکار گلوکار،رقص وسرور کے ماہروں اور کامیڈین اور مسخروں کی

فوج بازار میں داد وتحسین حاصل کررہی ہے، مگر ہماری مساجد سے آج بھی انتہائی بے سری اور غلط اذان اسی طرح دی جارہی ہے، جس طرح دور جہالت میں دی جاتی تھی، حمد ونعت خواں کی قلت آج بھی ہمارے معاشرے میں بدستور قائم ہے۔

عالم ہونا ماہر معلم ہونے کے مستلزم نہیں

مدرسین بھی یا تو حافظ ہوتے ہیں یا عالم، حفظ اور عالمیت کی تعلیم کے بعد انھیں بلاتکلف تعلیمی ذمہ داریوں کا ماہر یا کم ازکم اہل سمجھ لیا جاتا ہے، حالانکہ علم حاصل کرنے اور تعلیم دینے میں بہت بڑا اور بنیادی فرق ہوتا ہے، ہر عالم دین ضروری نہیں کہ اچھا معلم بھی ہو، کیونکہ نہ مدرسوں میں ان کو اس میدان کی تربیت دی جاتی ہے نہ باہر ایسا کوئی معیاری نظام موجود ہے جس سے استفادہ کرکے تعلیم وتربیت جیسی عظیم خدمت کو مفید، مؤثر اور نتیجہ خیز بنایا جا سکے، جبکہ عصری تعلیم گاہوں میں تعلیمی ذمہ داریوں کا اہل ایسے تعلیم یافتہ افراد ہی کو سمجھا جاتا ہے، جنہوں نے فن تعلیم میں اختصاصی سند یعنی ڈی ایڈ، بی ایڈ، اور ایم ایڈ کی ڈگری حاصل کی ہو۔

تربیت اور انسان سازی کا کام

اسلامی نقطہ نظر سے تربیت اور انسان سازی کا کام معلومات کی منتقلی سے بہت آگے بامعنی اور بلند مقاصد کا حامل ہے، بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ علم، تربیت کے بہت سے اجزا میں سے ایک جز ہے، عملی زندگی کو سیکھنے ایک ذریعہ، جبکہ عملی زندگی صرف اور صرف عملی تربیت سے ہی سنواری جاسکتی ہے، دینیات کے پورے نظام سے عمل نکل جانے کے باوجود اس کو تربیت کا نام دے دیا گیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مکاتب کے طلبہ کی عملی زندگی میں دوسرے بچوں کے مقابلہ میں کوئی خاص امتیاز دکھائی نہیں دیتا۔ تربیت کے نام پر جو کچھ انجام دیا جاتا ہے وہ عام طور پر تین کام ہیں: (۱) آداب و احکام کو حفظ کرایا جاتا ہے۔ (۲) مخصوص پہناوے پر اصرار کیا جاتا ہے۔ (۳) سخت پابندیوں میں جکڑا جاتا ہے۔

مکاتب میں عقائد پر محنت ضروری ہے

مکتب بھی تعلیم کا ایک اہم شعبہ ہے، اس میدان میں کام کرنے والوں کو جہاں اس سے واقف ہونا ضروری ہے کہ خدا کے بارے میں دنیا کن نظریاتی آمیزش کا شکار ہے؛ اسی طرح یہ جاننا بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ تعلیمی لحاظ سے دنیا میں کیسے کیسے نظریات عملاً کام کر رہے ہیں جو طلبہ مکاتب میں تحصیلِ علم کے لئے حاضر ہو رہے ہیں وہ صرف مسجد سے اکتساب علم نہیں کر رہے ہیں بلکہ ۲۴ گھنٹوں میں صرف ۳/۲ گھنٹے ہی وہ مسجد میں گزارتے ہیں ،بقیہ وقت وہ جہاں رہتے ہیں وہاں رسمی اور غیر رسمی تعلیم کے بے شمار عناصر ہیں، جو اس کی شخصیت پر براہ راست یا بالواسطہ اثر انداز ہوتے ہیں ۔مکتب کا کام مسلم بچوں کو ان سے محفوظ رکھنے کی شعوری کوشش کا نام ہے، اگر ایسا نہیں ہوتا تو بچہ اپنی شعوری اور اعتقادی دنیا میں یا تو ملحد ہو جائے گا یا منافق۔

عام طور پر ہمارے یہاں ایمانیات کے لئے عقائد کی اصطلاح کا التزام کیا جاتا ہے، عقائد دراصل ایمان کی حفاظت کا حصار ہیں، اصل چیز بچوں میں ایمان اور ایقان کی صفت پیدا کرنا ہے ایمان کے دو ارکان ہے ا: ۔اقرار باللسان ۲۔تصدیق بالجنان ایمان کے چھ فرائض ہے ا۔ایمان باللہ اس میں دو باتیں ہے ا: ۔اللہ کی ذات کا تعارف ۲۔صفات کا تعارف: ا۔اللہ کی ذات کا تعارف (۱) اللہ کا وجود (۲) قدیم (۳) حیات (۴) ارادہ (۵) علم (۶) قدرت (۷) کلام اللہ: ۲۔صفات کا تعارف اس کی صفات میں کسی کے شریک نہ ہونے کا واضح مفہوم بتایا جائے ۔اسی طرح ایمانِ مفصل پر تفصیلی ذہن سازی ہو۔

مکتب کی مستقل عمارت ہو

عام طور پر ہمارے مکاتب مساجد میں چلائے جاتے ہیں، جہاں ایک ہی ہال میں کئی کئی جماعتیں تحصیل علم میں مصروف ہوتی ہے۔ بہت کم انتظامیہ مکتب کی تعلیم کے لئے

مستقل کمرے بناتے ہوئے پائے گئے ہیں۔ہمارے مشاہدہ کے مطابق گجرات ایسی ریاست ہے جہاں مکاتب کے لئے مستقل عمارتوں کی تعمیر کی گئی ہے،یقیناً اہلِ گجرات کا یہ عمل مکاتب کے حوالے سے ان کی سنجیدگی اور بالغ نظری کا ثبوت ہے،مگر اب تک شہروں میں مکتب کی تعلیم کے لئے مساجد کا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں شریک ہونے والے مصلیوں کی سہولت کے لئے مساجد کو کمروں میں تبدیل کرنا ممکن نہیں ہوتا،لیکن غور کرنا چاہئے کہ ایک عمل جو سال بھر جاری رکھا جاتا ہے اور اس کی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے،کیا اسکے لئے عارضی کمرے نہیں بنائے جاسکتے ؟ جس سے اس کا فائدہ مستقل ہوجائے۔بہتر یہ ہے کہ مساجد میں مکتب کے لئے جماعتوں کے حساب سے کمرے بنائے جائیں،جس منزل پر مکاتب چل رہے ہوتے ہیں وہاں طلبہ کے پڑھنے کا اتنا شور ہوتا ہے کہ کسی کی آواز کسی کو صاف سنائی نہیں دیتی،ایسے ماحول میں افہام وتفہیم کے لئے گنجائش نکالنا آسان کام نہیں۔آج کل عارضی پارٹیشن لگا کر کمرے بنائے جاسکتے ہیں،نماز کے اوقات میں صف بندی بھی ہوجائے اور تعلیم کے اوقات میں مستقل درجات اور جماعتیں بھی۔

درجہ میں تعلیم کے لئے سازگار ماحول بنانے کے لئے یہ اقدام انتہائی ناگزیر ہے،بلکہ ہمارے نزدیک تو زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہم مکاتب کے لئے مستقل عمارتیں تعمیر کریں،تاکہ طلبہ کے کھیل کود اور دیگر تعلیمی سرگرمیوں کی وجہ سے مسجد کا احترام متاثر نہ ہوسکے۔

اساتذہ معیاری ہوں

پورے نظام میں اصل کردار استاذ کا ہے۔مکاتب میں عام طور پر حفاظ اور مدارس سے فارغ التحصیل علماء معلم ومدرس کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔یقیناً حافظ یا عالم ہونا بڑے اعزاز وشرف کی بات ہے،حافظ یا عالم ہونے کا مطلب 'استاد یا معلم' ہونا گویا معاشرہ میں قطعیت کا مقام پاچکا ہے،معلم یا مدرس ہونے کے لئے مزید کسی تربیت یا تدریب کی ضرورت سے بالکل صرفِ نظر کرلیا گیا ہے،جس کی وجہ سے نہ تو تعلیم کا معیار درست ہوسکا ہے

نہ تربیت نام کی کوئی چیز پروان چڑھتی دکھائی دیتی ہے۔ پچھلے چند سالوں سے فائن ٹچ کے ماتحت دینیات کا جو نظام جاری ہوا ہے اس نے اس سمت توجہ دی ہے، اور کسی درجہ میں تدریب المعلمین کا اہتمام دکھائی دینے لگا ہے، البتہ اس تربیت کی نوعیت بھی قرآن مجید کی ناظرہ خوانی تک محدود ہے، نصاب تعلیم میں شامل دیگر مضامین کے طریقۂ تعلیم پر کوئی قابل ذکر کام ہماری دانست میں 'دینیات' والوں کے یہاں بھی انجام نہیں دیا جاسکا ہے۔

غیر معیاری اساتذہ کی وجہ

عالم یا حافظ ہونا ایک مستقل قدر اور وصف ہے، لیکن اسی کو مطلق معلمی کا مترادف یا مساوی مان لینا تعلیمی نقطۂ نظر سے غیر معقول ہے۔ اس روش کی جو وجہ ہمیں سمجھ میں آسکی ہے وہ یہ ہے :

۱: مکتب کی تعلیم کو بچوں کی تعلیم سمجھ کر معمولی کام سمجھ لیا گیا ہے، جہاں معمولی علمی اور عملی استعداد کے ساتھ بھی کام کیا جاسکتا ہے، حالانکہ میں دنیا سب سے مشکل کام چھوٹے بچوں کی تعلیم وتربیت سمجھا جاتا ہے۔ حتی کہ بعض ممالک میں بچوں کی تعلیم کے لئے سب سے زیادہ تعلیم یافتہ اور فن تعلیم کے ماہر اساتذہ کو مقرر کیا جاتا ہے ۔ ۲۔ موجودہ مکاتب میں قرآن مجید کی تعلیم میں تجوید کے ساتھ ناظرہ خوانی کو بنیادی عنوان بنادیا گیا ہے۔ دینی تعلیم کے دیگر عناوین کو ضمناً شامل کیا گیا ہے جن کا تعلق دراصل ان بچوں کی کردار سازی اور شخصیت کی تعمیر سے ہے اور اس میں بھی چند کلمات، آداب، ادعیہ، اور مسائل کو یاد کرادینا کافی سمجھا گیا ہے، اس لئے تدریس وتفہیم، مشاہدات اور عملی تجربات کے لئے جن مخصوص فنی مہارتوں کی ضرورت ہوتی ہے اور جس کے بغیر عمل سازی اور کردار سازی کا عمل سرے سے شروع ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اس کو زیر غور لانے کا احساس نہیں ہوسکا ہے، اور طلبہ میں چند یاد کی جانے والی باتوں کے علاوہ کوئی خاص تبدیلی نظر نہیں آتی۔

معیاری استاذ اور مؤثر مکتب کے امور

اگر مکتب کی تعلیم کو مؤثر اور نتیجہ خیز بنانا ہے تو اساتذہ کے تقرر میں درجِ ذیل ملاحظات کی رعایت ضروری ہے :

۱۔تحریری اور تقریری جانچ کے بعد ہی کسی استاد کا تعین کیا جائے۔

۲۔انٹرویو میں علمی لیاقت،فہم دین،قوتِ فیصلہ،اعتماد،تعلیم سے دلچسپی،بچوں سے تعلق ،مزاج کا توازن اور تخلیقی صلاحیت کی جانچ کی جائے۔

۳۔انٹرویو میں کامیاب ہونے والے امیدوار کے ساتھ تحریراً معاہدہ کیا جائے۔(بطور نمونہ تقریری فارم اگلے صفحات میں شامل کیا جائے گا)

۴۔تقرر کے بعد کم ازکم ۱۰ روزہ ورکشاپ میں بلا ناغہ شرکت لازم ہو۔(اساتذہ کی ورکشاپ کے موضوعات بھی آئندہ صفحات میں شامل کئے جائیں گے)

۵۔جس درجہ میں تقرر کیا جائے اس کے تعلیمی اور تربیتی اہداف کو واضح طور پر سمجھایا جائے۔

۶۔طریقۂ تعلیم میں مدرسہ کی طرف سے مقرر کردہ طرز کی پابندی لازمی بنائی جائے،اگر کسی استاد کے ذہن میں طریقۂ تعلیم کے سلسلہ میں کوئی نئی تجویز ہو تو اس کا استقبال کیا جائے مگر اس سلسلہ میں ذمہ دار کی منظوری ضروری ہو۔

۷۔کسی بھی درجہ کی سپردگی کا مطلب دائمی حوالگی نہ سمجھا جائے،کارگزاری کی بنیاد پر ترقی یا تبدیلی کے امکانات ہمیشہ محفوظ رکھے جائیں۔

۸۔اساتذہ کی علمی اور عملی ترقی کے لئے ماہانہ اور سالانہ پروگرام کو خدمت کے واجبات میں شامل کیا جائے۔(۱)

---

(۱) تجدید مکاتب کیوں اور کیسے؟ ۷۷:،بقیہ تفصیل ''منظم ومؤثر مکاتب کے اصول وآداب'' میں دیکھی جاسکتی ہے)

مکتب میں کورس کی مدت کیا ہو؟

موجودہ مکاتب میں مختلف نصابات جاری ہیں، قدرِ مشترک کورس کی مدت ۶ سے ۸ سال پائی گئی ہے۔ ۴/۵ سال کی عمر میں بچہ مکتب میں داخل کیا جاتا ہے اور ۱۱/۱۲ سال عمر ہونے تک مکتب سے وابستہ رہتا ہے۔ ہماری رائے میں کورس کی مدت ۱۵ سال سے کم نہیں ہونی چاہیے۔ یعنی ۴ سال سے ۱۸/۱۹ سال کی عمر تک بچے کو مکتب سے منسلک رکھا جانا چاہئے۔ ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ پانچ سے بارہ سال کے بعد بھی بچہ اسکول کالج میں اپنے تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھتا ہے، مگر ادھر مسجد کے ساتھ اسکا تعلق نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے، اس کی وجہ بچہ کی عدم دلچسپی نہیں، بلکہ تعلیم کا کوئی انتظام سرے سے موجود ہی نہیں، زیادہ سے زیادہ کہیں حفظ کی تعلیم کا اضافی انتظام کر دیا گیا ہے۔ ورنہ عام طور پر بارہ سے بیس سال کی عمر کے بچے مدرسہ اور دینی اخلاقی تعلیم سے بالکل لاتعلق ہو جاتے ہیں، یا پھر انھیں اسکول یا کالج سے بالکلیہ انقطاع کر کے مدارس اسلامیہ کا رخ کرنا پڑتا ہے۔

۱۲ سال کے بعد دینی تعلیم سے کلی انقطاع

حالانکہ تعلیم اور تربیت کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ عمر انتہائی توجہ کی محتاج ہے، عین اس زمانہ میں بچہ عنفوان شباب کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے اور اس کی جسمانی، نفسیاتی اور ذہنی دنیا میں ایک انقلاب آنا شروع ہوتا ہے، اور جذبات و ارمانوں کا بے پناہ طوفان اس کے قلب و دماغ پر دستک دے رہا ہوتا ہے، وہ اسکول اور کالج کے آزاد اور نفس پرست ماحول میں کسی ذمہ دار یا نگراں آنکھوں سے محروم ہوتا ہے، جو عمر کے اس مرحلہ میں انتہائی خطرناک ہے۔

مکتب کی تعلیم کے بعد مسلمانوں کے یہاں دینی تعلیم حاصل کرنے کی واحد شکل مدارس اسلامیہ ہیں، جن کو کسی بھی طرح مسلمانوں کے عمومی نظام تعلیم کا درجہ حاصل نہیں

ہوسکتا، پھر ایک دشواری یہ بھی ہے کہ مدرسہ کی تعلیم سے منسلک ہونے کے بعد عصری تعلیم سے بالکلیہ انقطاع لازم ہے، جو اکثر سرپرستوں کے رجحان سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔

۱۳ سے ۲۰ سال کے لئے بھی تعلیم کا انتظام ضروری

اس مسئلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مکتب کے بعد عمومی طور پر ایسا کوئی نظامِ تعلیم ملک میں متعارف نہیں کیا جاسکا جس سے یہ ضرورت پوری ہوسکے، جس کی وجہ سے تیرہ سے بیس سال کے طلبہ پر دینی حلقوں کا اثر انتہائی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے، بیس سال کے مختلف دینی اور دعوتی تحریکیں ان نوجوانوں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں، تیرہ سال بعد ان بچوں کا دینی حلقوں سے غیر متعلق ہوجانے کی وجہ سے ان کی ترجیحات، مزاج اور ذوق پر ماحول کے فساد کو یک طرفہ اثر انداز ہونے کا موقع ملتا ہے اور اس کا منفی رنگ ایسا چڑھ چکا ہوتا ہے کہ اس کی صفائی اور اصلاح میں عمر تمام ہوجاتی ہے، اور دینی رنگ چڑھنے کا مرحلہ بمشکل آتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی ناقص تربیت مسل نوجوانوں کے معاشرتی اور اخلاقی پسماندگی کو کس سطح پر لے جاسکتی ہے، اس کا اندازہ لگانا دشوار نہیں۔ مکتب کے کورس کی میعاد یا مدت ۱۵ سال ہونی چاہئے؛ تاکہ ۱۸/۱۹ سال کی عمر تک مسلم نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی دینی تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اس لئے موجودہ حالات میں جبکہ ملک میں نئی تعلیمی پالیسی کا نفاذ بہت جلد ہونے والا ہے اور دوسری طرف حق تعلیم کا وہ بل بھی قطار میں ہے، جس کی زد سے مدارسِ اسلامیہ کو بری مشکل سے پچھلے سالوں مستثنیٰ رکھا گیا ہے، کبھی بھی باہر آسکتا ہے چنانچہ ہمارے نزدیک مکتب ہی مسلمانوں کا ایک واحد آزاد نظام تعلیم ہوگا جہاں عام مسلم بچے اور بچیوں کو عصری تعلیم سے وابستہ رکھتے ہوئے دینی تعلیم میں فرضِ عین سطح کی تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے کا انتظام بڑی آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔(۱)

---

(۱) تجدید مکاتب کیوں اور کیسے؟ ۸۱:

مرتب کی کتابیں

۱۔رمضان المبارک معروفات ومنکرات
۲۔اصلاحی واقعات دو جلدیں
۳۔تسہیل اصلاح الرسوم (تعلیق؛تخریج واضافہ)
۴۔عصری خطبات مجلد (زیرِطبع)
۵۔جماعت اولی کی اہمیت وجماعت ثانیہ کی حیثیت
۶۔نیاسال مغرب اور اسلام کا نقطۂ نظر
۷۔کرسمس کی حقیقت عقل ونقل کی روشنی میں
۸۔ویلنٹائن ڈے تاریخ کے آئینہ میں
۹۔اپریل فول کی تاریخی حیثیت
۱۰۔خیرالبیان (مدارس کے طلبہ کے لئے)
۱۱۔ہندوستانی مسلمان آزادیٔ وطن سے تعمیرِ وطن تک (زیرِطبع)
۱۲۔نفع المفتی والسائل (عربی،تحقیق وتخریج،زیرِطبع)
۱۳۔اللمعة اذا اجتمع العید والجمعة
۱۴۔کھیل کود کی تاریخی وشرعی حیثیت
۱۵۔احکامِ اعتکاف
۱۶۔خواتین رمضان کیسے گذاریں؟
۱۷۔یوم جمہوریہ حقیقت کے آئینہ میں
۱۸۔پتنگ بازی حقائق ونقصانات
۱۹۔وجودِ باری وتوحیدِ باری عقل کی روشنی میں
۲۰۔ضیافت فضائل ومسائل

۲۱۔عظمتِ اہلِ بیت اور مسئلہ زکوۃ
۲۲۔ارطغرل غازی سیریل حقائق اور غلط فہمیاں
۲۳۔یتیمی اور یتیموں کے کارنامے
۲۴۔لون (قرض) کے جدید مسائل (زیرِطبع)
۲۵۔ظالموں کا انجام سچے واقعات کی روشنی میں
۲۶۔کرکٹ کی تاریخی وشرعی حیثیت
۲۷۔فروع الایمان (تسہیل،تخریج مع اضافہ)
۲۸۔مسنون اضحیہ؛معروفات ومنکرات
۲۹۔عصمت دری اسباب وسدباب
۳۰۔نمازِ فجر کی اہمیت اور سنتِ فجر کے احکام
۳۱۔خطباتِ قاسمیہ
۳۲۔برادرانِ وطن سے تعلقات۔حدود وحقوق
۳۳۔کمیشن اور بروکری کے احکام
۳۴۔کرایہ کے جدید مسائل
۳۵۔ٹوپی کی شرعی حیثیت
۳۶۔اسلام میں تجارت کی اہمیت
۳۷۔جبراً تبدیلیٔ مذہب کی حقیقت
۳۸۔اسلام میں تقسیمِ میراث کی اہمیت اور ہمارا سماج
۳۹۔مروّجہ مضاربت کے احکام
۴۰۔اولاد کے حقوق شریعت وسماج کی روشنی میں
۴۴۔لوجہاد حقیقت یا فسانہ

۴۵۔صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت وضرورت
۴۶۔تیسیر المبتدی بترتیب جدید فارسی (حصہ اوّل، دوم، سوم)
۴۷۔نفقۂ مطلّقہ عقل ونقل کی روشنی میں
۴۸۔تعلیم بالغان و بزرگان۔اہمیت وضرورت
۴۹۔خواتین کے علمی کارنامے۔حافظہ وعالمہ بنانے کی ضرورت
۵۰۔مکاتب کی اہمیت وضرورت
۵۱۔منظم ومؤثر مکاتب کے اصول وآداب
۵۲۔مسنون امامت وخطابت۔اصول وآداب
۵۳۔منظم مساجد۔خادمانِ مساجد کی ذمہ داریاں
۵۴۔قتل کا گناہ اور سماج کی صورتِ حال
۵۵۔رئیل اسٹیٹ کے قبضے وناجائز کاروبار
۵۶۔ملٹی لیول مارکیٹنگ۔اقسام واحکام
۵۷۔ذکرِ حبیب ﷺ کی برکات
۵۸۔ووٹر آئی ڈی۔ووٹنگ۔الیکشن
۵۹۔اسلاموفوبیا وفلمی دنیا اور فلم ہمارے ۱۲، کا پوسٹ مارٹم
۶۰۔بھارتی مذاہب کی تاریخِ زوال
۶۱۔ذاتی مکان یا کرایہ کا مکان احکام وآداب
۶۲۔تعلیمِ نسوان ومکاتبِ بالغات کی اہمیت
۶۳۔آداب المعلّمات
۶۴۔عظمتِ حفظِ قرآن ومقامِ حفّاظ
۶۵۔قربانی وگاؤکشی۔حقائق اور غلط فہمیاں

۶۶۔قصّاب اور قریشی۔احکام ومسائل
۶۷۔میلاد النبی کی حقیقت دلائل کی روشنی میں
۶۸۔ دُکان ومکان رہن پر لینے کی جائز ومتبادل شکلیں
۶۹۔سونے کی تجارت کے جدید احکام
۷۰۔سرکاری اسکیموں کے احکام
۷۱۔دینی امور پر اُجرت اور غلط فہمیوں کا ازالہ
۷۲۔عظماء فی طفولھم۔بڑوں کے بچپن کے تاریخی وسبق آموز واقعات
۷۳۔اسکولوں میں دینی نصاب اور طریقۂ کار

مصنف کی دیگر کتابیں

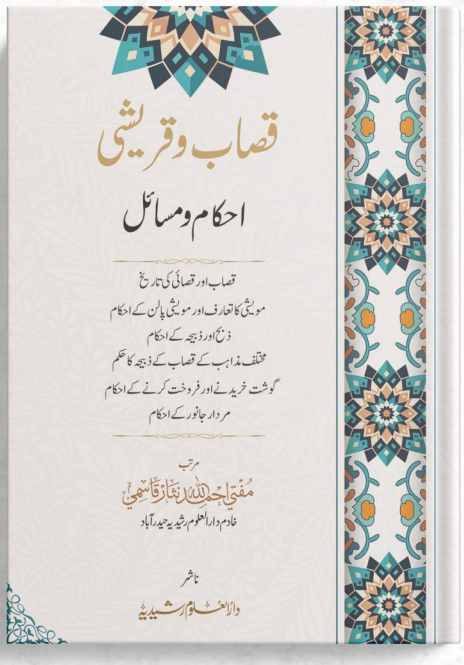

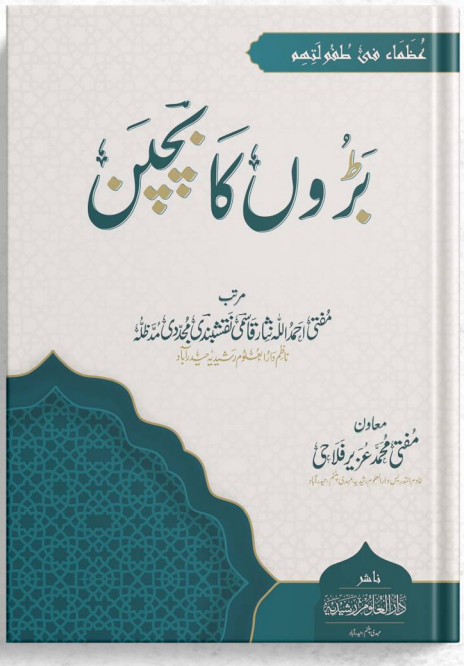

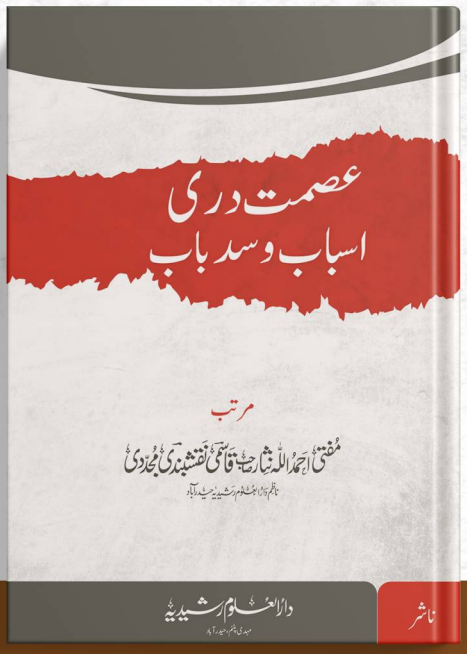

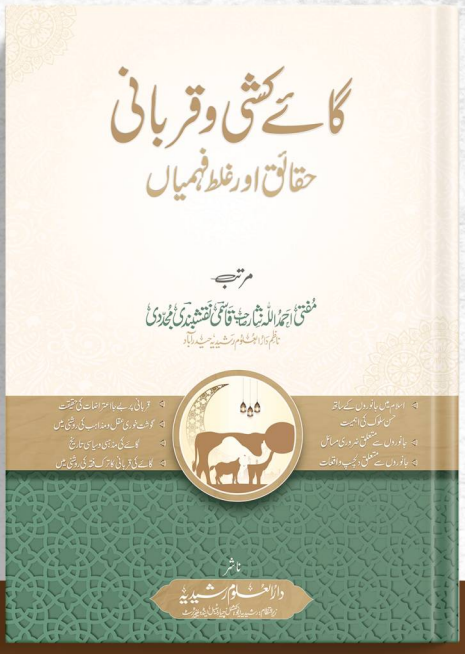

DARUL ULOOM RASHEEDIA

Door Number 12-2-823/A/28A1 Masjid E Qutub Shahi
2nd Floor, opp MS college Santosh Nagar Colony,
(Pillar No17) Mehdipatnum Hyderabad-500028 (T.S)

WWW.darululoomrasheediya.com